عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY — KHATM-E-NUBUWWAT — KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

جلد نمبر ۲۰ — ۹ تا ۱۵ شعبان ۱۴۲۲ھ بمطابق ۲۶/اکتوبر تا یکم نومبر ۲۰۰۱ء — شمارہ نمبر ۲۲

زندگی کے بگاڑ کا اصل علاج

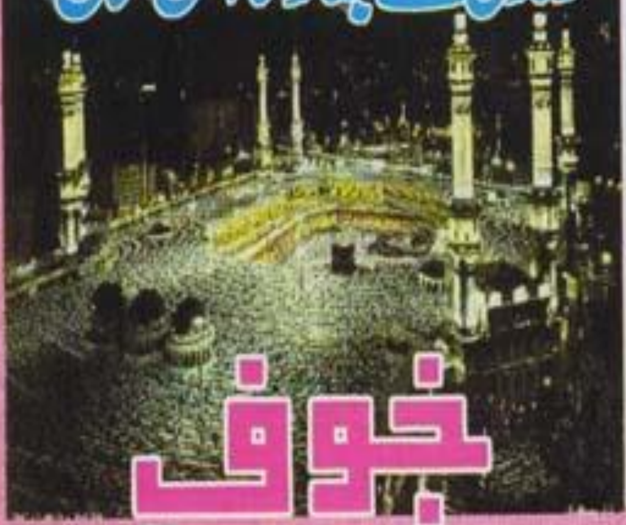

خوفِ خدا

مہدی و مسیح علیہم السلام کی آمد

قادیانی تلبیس اور اس کا رد

ایک امریکی نومسلمہ کی زبانی

اسلام کے خلاف خفیہ صلیبی منصوبوں کی کہانی

خطیب و مجاہد، امیر شریعت

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

نازک ترین دور

قادیانیوں اور دیگر اسلام دشمنوں سے احتیاط کی شدید ضرورت

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org

عمر بکر زید فرضی ناموں سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی بے ادبی نہیں ہوتی:

س:...... زید ایک اسکول کا ہیڈ ماسٹر ہے۔ اس سوال میں "زید" کا لفظ ایک فرضی نام کے بطور لکھا گیا ہے اس کے علاوہ بھی اردو زبان میں زید، عمر، بکر کے الفاظ فرضی ناموں کی جگہ استعمال کئے جاتے ہیں۔ جناب مولانا صاحب! آپ مجھ سے بہت بہتر جانتے ہیں کہ یہ نہایت ہی جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کے نام نامی ہیں اس لئے ہمیں مسلمان ہونے کے حیثیت سے عزت و احترام کی خاطر ان اسماء کو فرضی نام کے طور پر استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہئے۔

ج:...... اچھی تجویز ہے لیکن ان فرضی ناموں کو استعمال کرتے ہوئے کبھی کسی کا ذہن اکابر کی طرف نہیں جاتا، اس لئے بے ادبی کا نظریہ غلط ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر:

س:...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی عمر تھی جب ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس دنیا سے رخصت ہوئیں؟

ج:...... پچاس برس۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کب شادی کی:

س:...... کیا ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا حیات تھیں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حبیبۂ حبیب خدا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شادی فرمائی تھی۔

ج:...... حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد۔

کیا سیدہ زینبؓ کا شوہر مسلمان تھا:

س:...... سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا جس سے نکاح ہوا تھا کیا وہ مسلمان تھا؟

ج:...... حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا عقد حضرت ابوالعاص بن ربیعؓ سے ہوا تھا، عقد کے وقت تو وہ مسلمان نہیں تھے (اس وقت غیر مسلموں سے عقد کی ممانعت نہیں آئی تھی) جنگ بدر کے بعد وہ مسلمان ہو کر مدینہ ہجرت کر آئے تھے۔

حضرت ام ہانی کون تھیں:

س:...... ام ہانی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا رشتہ تھا، ام ہانی جن کے گھر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ ام ہانی کا نسب نامہ کیا ہے، جواب تفصیل سے دیں؟

ج:...... ام ہانیؓ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔

برا کام کر کے مقدر کو ذمہ دار ٹھہرانا صحیح نہیں:

س:...... ایک آدمی جب برا کام کرتا ہے اس سے اگر پوچھا جائے تو کہتا ہے کہ یہ میرے مقدر میں لکھا ہوا تھا تو جب اللہ نے اس کے مقدر میں لکھا تھا تو پھر اس کا کیا قصور؟

ج:...... بندے کا قصور تو ظاہر ہے کہ اس نے برا کام اپنے اختیار سے کیا تھا اور مقدر میں بھی یہی لکھا تھا کہ وہ اپنے اختیار سے برا کام کر کے قصوروار ہوگا اور سزا کا مستحق ہوگا۔ تنبیہ: برا کام کر کے مقدر کا حوالہ دینا خلاف ادب ہے آدمی کو اپنی غلطی کا اعتراف کر لینا چاہئے۔

ہر چیز خدا کے حکم کے ساتھ ہوتی ہے:

س:...... میری ایک عزیزہ ہر بات میں خواہ وہ اچھی ہو یا بری "خدا کے حکم سے" کہنے کی عادی ہیں یعنی اگر کوئی خوشی ملی تو بھی اور اگر زکام آوارد ہو گیا یا اسی قسم کی کوئی اور بات ہوئی تب بھی وہ یہی کہتی ہیں۔ بتائیے کیا ان کا اس طرح کہنا درست ہے؟

ج:...... تو کیا کوئی چیز خدا کے حکم کے بغیر بھی ہوتی ہے؟ نہیں ہر چیز خدا کے حکم سے ہوتی ہے۔ مگر خیر کے کاموں میں اللہ تعالیٰ کی رضا شامل ہوتی ہے اور شر اور برائی میں یہ نہیں ہوتا۔

کیا حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے؟:

س:...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ جو دوسرے آدمی شریک سفر تھے وہ غالباً حضرت خضرؑ تھے عام خیال یہی ہے۔ حضرت خضرؑ کا پیغمبر ہونا قرآن سے ثابت نہیں پیغمبر کے بغیر کسی پر وحی بھی نازل نہیں ہوتی۔ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، تو پھر حضرت خضرؑ کو ظالم بادشاہ، نافرمان بچے اور دیوار والے خزانے کے متعلق کس طرح علم ہوا، جبکہ حضرت موسیٰؑ کو ان کی خبر تک نہ تھی؟

ج:...... قرآن کریم کی ان آیات سے جن میں حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ نبی تھے۔ اور یہی جمہور علماء کا مذہب ہے۔ اور جو حضرات اس کے قائل ہیں کہ وہ نبی نہیں تھے شاید ان کی مراد یہ ہو کہ دعوت و تبلیغ کی خدمت ان کے سپرد نہیں تھی بلکہ بعض تکوینی خدمات ان سے لی گئیں بہرحال حق تعالیٰ شانہ سے براہ راست ان کو علم عطا کیا جانا قرآن کریم سے ثابت ہے۔ لہٰذا ان کو ظالم بادشاہ، نافرمان بچے اور دیوار والے خزانے کا علم ہو جانا بذریعہ وحی تھا اور جو علم بذریعہ وحی حاصل ہو اسے علم غیب نہیں کہا جاتا۔

http://www.khatme-nubuwwat.org

ہفت روزہ ختم نبوت

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ: مفتی محمد جمیل خان

مدیر: مولانا اللہ وسایا

سرپرست اعلیٰ: حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ

سرپرست: حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہ

جلد: ۲۰ ۹ تا ۱۵ شعبان ۱۴۲۲ھ بمطابق ۲۶ اکتوبر تا یکم نومبر ۲۰۰۱ء شمارہ: ۲۳

☆ بیاد ☆

☆ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
☆ خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
☆ مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
☆ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
☆ محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
☆ فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
☆ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
☆ امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
☆ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
☆ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

مجلس ادارت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا عبدالرحیم اشعر، مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا نذیر احمد تونسوی، مولانا سعید احمد جلال پوری، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا منظور احمد الحسینی، صاحبزادہ طارق محمود، مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی، مولانا محمد اشرف کھوکھر

سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا، ناظم مالیات: جمال عبدالناصر شاہد
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

نازک ترین دور...... قادیانیوں اور دیگر اسلام دشمنوں سے احتیاط کی شدید ضرورت...... (اداریہ) 4
مہدی و مسیح علیہم السلام!...... قادیانی تلبیس اور اس کا رد...... (حضرت مولانا اللہ وسایا) 6
زندگی کے بگاڑ کا اصل علاج...... خوف خدا...... (مولانا محمد رابع حسنی ندوی) 9
خطیب و مجاہد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ...... (جناب عبدالغنی فاروق) 11
توضیح و تشریح الحلیم جل جلالہ...... (مولانا محمد اشرف کھوکھر) 13
اسلام کے خلاف خفیہ صلیبی منصوبوں کی کہانی! ایک نومسلم کی زبانی...... (ملک احمد سرور) 15
حقوق انسانی اور عاصمہ جہانگیر...... (ڈاکٹر دین محمد فریدی) 17
ذمہ داریاں پھولوں کی سیج نہیں!!...... (مولانا محمد سلمان منصور پوری) 18
باغ والے...... (جناب محمد احمد) 20
بچوں کی تربیت...... 23
خالی نہ تری یاد سے گزرے کوئی لمحہ (حمد)...... (نعیم صدیقی) 27

زر تعاون بیرون ملک

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۵۰ ڈالر
یورپ، افریقہ: ۱۲۰ ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۹۰ امریکی ڈالر

زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ: ۷ روپے
ششماہی: ۱۶۵ روپے
سالانہ: ۳۵۰ روپے

چیک یا ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت الائیڈ بینک پرانی نمائش کراؤنٹ ۹-۲۶۷ کراچی (پاکستان) ارسال کریں۔

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ ملتان
فون ۵۱۴۱۲۲-۵۸۳۴۸۶ فیکس ۵۴۲۲۷۷
Hazoori Bagh Road, Multan.
Ph:583486-514122 Fax:542277

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان فون ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi
Ph:7780337 Fax:7780340

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نازک ترین دور

قادیانیوں اور دیگر اسلام دشمنوں سے احتیاط کی شدید ضرورت

اس وقت دنیا بھر میں مسلمانوں پر بہت ہی صبر آزما حالات ہیں' پندرہ دن سے زیادہ ہو گئے کہ معصوم اور بے گناہ افغانستان کے مسلمانوں کو مسلسل زبردست بمباری کا نشانہ بنا کر تباہ و برباد کرنے کے عزم کو حقیقی بنانے کی بھرپور جدوجہد ہو رہی ہے۔ اب تک ایک ہزار کے قریب شہری جس میں بچے اور عورتیں زیادہ ہیں شہادت کے رتبے پر فائز ہو چکے ہیں۔ طالبان ٹھکانوں کی تباہی کے دعوے کے باوجود بمباری کے تسلسل میں معمولی سی بھی کمی نہیں بلکہ وحشت و بربریت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ریڈ کراس اور ہسپتال بھی اب نشانہ پر آ چکے ہیں اور اب یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ جلد ہی سرحدات پر واقع کیمپوں میں حملے کئے جائیں گے۔ دنیا بھر کے ذی شعور لوگ ان حملوں کی مخالفت کر رہے ہیں مگر امریکہ اور اس کے اتحادیوں میں مسلمانوں کو ختم کرنے کا جو بھوت سوار ہے' اس میں کمی ہونے کا کوئی امکان نظر نہیں آ رہا' ایک طرف افغانستان کی یہ صورت حال ہے' دوسری طرف روس' بھارت اور ازبکستان' تاجکستان وغیرہ کو ملا کر افغانستان کی دوسری طرف کی سرحدات کو غیر محفوظ کیا جا رہا ہے تا کہ زمینی راستہ کے ذریعہ بقیہ علاقوں کی تباہی کا راستہ ہموار کیا جائے۔ غرض دنیا کے کمزور ترین اور وسائل سے عاری ملک کے خلاف سپر طاقت امریکہ اپنی طاقت کے ساتھ پوری دنیا کی طاقتوں اور مسلم حکمرانوں کو ملا رہا ہے گویا سو کا مقابلہ صفر سے کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے بس افغانستان کی امارات اسلامی افغانستان کے پاس اگر کوئی طاقت ہے تو وہ ایمان اور اللہ تعالیٰ پر توکل کی طاقت ہے اور امیر المومنین ملا عمر کا یہ فرمان اور عزم کہ: ہمیں صرف میدان جنگ میں اترنے کا حکم ہے اگر اللہ تعالیٰ نے ہماری شہادت اور ہمارے ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کے مطابق اس پر برضا و رغبت راضی اور خوش ہیں۔ ہمارا کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح میدان بدر میں ۳۱۳ جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو لے کر چلے جانا اور پھر ہاتھ اٹھا کر آنسوؤں کا نذرانہ پیش کر کے دعا کرنا ہے: اے اللہ ہم کمزور ہیں' ہماری امداد فرما' اس کے بعد کے ہم مکلف نہیں۔ اب مقابلہ اس عزم اور خدائی حکم اور دنیا بھر کی تمام قوت و طاقت ہے۔ مسلمان اس فیصلہ پر راضی ہیں۔ یہ تو صورت حال افغانستان کی جنگ کی ہے' جس پر دنیا بھر کے ذی شعور اور انصاف پسند مسلمان اور غیر مسلم احتجاج کر رہے ہیں۔ برلن' جرمنی' انگلینڈ کے شہر لندن' نیویارک کے علاوہ دیگر شہروں میں مظاہرے ہوئے۔ لندن کے مظاہرے میں مسلمانوں سے زیادہ انگریز عیسائیوں نے شرکت کی۔ پاکستان میں بھی مظاہرے ہو رہے ہیں اور شدید ترین ہو رہے ہیں کیونکہ علماء کرام کے فیصلے کی روشنی میں جہاد ہر مسلمان پر فرض ہو چکا ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بھی مسلمانوں کی ایک جماعت کی حیثیت سے اس جہاد میں اپنی بساط کے مطابق شریک ہے اور یہ اس کی مذہبی ذمہ داری ہے لیکن اس وقت سب سے سنگین صورت حال جس کی طرف اگر خصوصی طور پر توجہ نہیں دی گئی تو اندیشہ ہے کہ اس سے مسلمانوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچے اور دنیا بھر میں مسلمانوں اور دیگر اقوام اور حکومتوں کے درمیان منافرت کی ایک طویل جنگ شروع ہو جائے اور جس کے لئے قادیانی لابی' بھارتی لابی' یہودی اور اسلام دشمن قوتیں بہت زیادہ محنت کر رہی ہیں وہ یہ ہے کہ ہر مسلمان کو مشکوک قرار دے دینا۔ اس وقت یہودی' قادیانی' ہندو یہ تین سب سے خطرناک عناصر ہیں جو مسلمانوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہیں۔ قادیانیت کی بنیاد اسلام دشمنی اور دین اسلام کو مٹانے پر رکھی گئی ہے' کیونکہ مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو کچلنے کے لئے دشمن کے پاس کوئی راستہ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ بالاکوٹ کے میدان میں لاکھوں مسلمانوں کو شہید کر کے ہندوستان سے مغل حکومت کو ختم کرنے' شاملی اور دہلی کے میدانوں میں مجاہدین کے لشکر کو تہ و تیغ کرنے کے باوجود مسلمانوں کی تحریک آزادی ماند پڑنے کے بجائے بڑھتی ہی چلی جا رہی تھی۔ دار العلوم دیوبند کی شکل میں تحریک آزادی کے ایک مرکز کے قیام سے مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونک دی تھی۔ ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی کو غدر کے نام پر کچلنے کے باوجود مسلمانوں میں جذبہ آزادی بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا' ایسی صورت میں غیر مسلم مفکرین کی سوچ کا محور اس طرف گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کا رشتہ کاٹے بغیر ان سے جذبہ جہاد نہیں نکالا جا سکے گا۔ لارڈ میکالے کا نظام بھی فیل ہو گیا اور مسلمانوں کے دلوں سے ایمان نہ نکال سکا' اس لئے جھوٹی نبوت کا کھیل کھیلا گیا۔ زور و شور سے قادیانیت کی من گھڑت اور جھوٹی نبوت کو اچھالا گیا' مراعات کے دروازے کھول دیئے گئے مگر مسلمانوں نے بروقت اس کا سد باب کیا اور آخر کار دشمن ناکام ہو گیا۔ اس وقت سے قادیانیت کی مثال زخمی سانپ کی ہے اور وہ ہر موقع پر اسلام اور مسلمانوں کو ڈسنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی جب

تک زندہ رہا اعلان کرتا رہا ہے کہ: ”مسلمان ختم ہونے والے ہیں“ مرزا بشیر‘ مرزا ناصر اس حسرت میں جہنم رسید ہوئے اور اب مرزا طاہر پر ہر سال اپنی بچی کچی نامرادامت کو طفل تسلیاں دے رہا ہے کہ: ”اگلا سال قادیانیت کی سربلندی اور اسلام کے زوال کا سال ہے۔“ مگر ہر سال اس کی قسمت میں ذلت و رسوائی اور مسلمانوں کی شان میں عروج اس کے زخموں کو مزید ہرا کردیتا ہے۔ دنیاوی آفت ہو یا زمینی حالات اگر مسلمان کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائیں تو قادیانیوں کے گھروں میں گھی کے چراغ جلنے کے ساتھ ساتھ شادیانے بجنے لگتے ہیں اور مرزا طاہر کی زبان اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دراز ہو کر انٹرنیٹ اور ڈش انٹینا کے ذریعہ زہر اگلنے لگتی ہے اور اس کو اسلام مٹتا ہوا اور مسلمان ختم ہوتے نظر آتے ہیں۔ ہندو اور یہودیوں کی دین اور اسلام دشمنی اظہر من الشمس ہے۔ موجودہ صورت حال میں قادیانیت لابی سب سے زیادہ سرگرم عمل ہے۔ پوری دنیا میں انہوں نے اسلام کے خلاف مورچے بنالیے ہیں۔ کینیڈا میں ربوہ کے نام سے اسلام کے خلاف مرکز کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ جس کی یہودی اور عیسائی بھرپور سرپرستی کررہے ہیں۔ ہندو لابی ان کا بھرپور ساتھ دے رہی ہے۔ ان کا ہدف اعتدال پسند مسلمان ہیں‘ یہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور اس سے وابستہ علماً کرام اور مسلمانوں کو اپنا دشمن نمبر ایک سمجھتے ہیں‘ اس لئے ان کے پروپیگنڈوں کا رخ ان سے وابستہ علماً کرام‘ مسلمان اور تمام دیندار مسلمانوں کے خلاف انہوں نے مہم شروع کردی ہے۔ غلط رپورٹوں کے ذریعہ امریکہ‘ برطانیہ‘ کینیڈا‘ جرمنی‘ بلجیم اور فرانس میں مسلمانوں کو ان کی وجہ سے ملک بدر کیا گیا۔ بے شمار علماً کرام پر پابندی عائد کی گئی۔ اس وقت فطری صورت حال کی وجہ مسلمان پریشان ہیں کیونکہ ایک طرف پوری دنیا کا پروپیگنڈہ ہے اور دوسری طرف مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو خطرے میں ہے اگر افغانستان کے مظلوم مسلمانوں کی حمایت نہ کی جائے تو اسلام کا تقاضہ پورا نہیں اترتا‘ بے گناہ مظلوم شہریوں کی شہادت پر احتجاج نہ کریں تو دل خون کے آنسو روتا ہے‘ اگر کرلیں تو قادیانی لابی ہندو لابی کے ساتھ مل کر ان مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کردیتی ہیں‘ اور ان کو حکومت کی نظروں میں بہت زیادہ مطعون کرتی ہیں۔ ایسی صورت میں برطانیہ‘ امریکہ اور یورپ کے مسلمانوں پر بہت بھاری ذمہ داریاں ہیں ان کے اطراف میں دشمن ہی دشمن ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ہو یا علماً کرام کی کوئی مذہبی جماعت‘ وہ کبھی بھی قانون کی خلاف ورزی کی تعلیم نہیں دے سکتی۔ ہر مسلمان جس ملک میں رہتا ہے اور اس کا شہری ہے اس ملک کے قوانین کا پابند ہے‘ مگر قادیانی گروہ کی کوشش ہوتی ہے کہ حکومت اور مسلمانوں کو لڑایا جائے۔ ہندوستان میں تحریک آزادی کے دوران اس قادیانی گروہ کے سربراہ نے واضح طور پر ملکہ برطانیہ کو لکھا کہ: ”تم اس ملک میں خدا کی رحمت اور سایہ ہو‘ ہم تمہارے وفادار ہیں اور مسلمان تمہارے مخالف‘ ان کو ختم کرنے کے لئے ہماری امداد کرو‘ مسلمانوں کے خلاف حکومت انگریز ہمارا ساتھ دے۔ پاکستان بننے کے بعد قادیانی جماعت نے ظفر اللہ قادیانی کے ذریعہ ہمیشہ حکومت اور مسلمانوں کو لڑایا۔ اس وقت بھی قادیانی پوری دنیا میں مسلمانوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے تھے۔ ہر مسلمان کو دہشت گردی کا حامی قرار دے کر اس کو اس ملک سے نکلوانے کی کوشش کرتے ہیں یا اس کی نگرانی کرواتے ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف ذرائع ابلاغ کی مہم شروع کی ہوئی ہے‘ حالانکہ اکثر مسلمان دہشت گردی سے برأت کا اظہار کرچکے ہیں۔ ان کا کسی صورت میں دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں‘ ایسی صورت حال میں مسلمانوں پر بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ قادیانیوں‘ ہندوؤں اور یہودی سازش کا ادراک کریں۔ افغان مسلمان کی امداد اس پیرایہ میں کریں کہ مذہبی فریضہ بھی ادا ہو اور قادیانیوں کی سازش بھی ناکام ہو‘ اس وقت امت مسلمہ کا اتحاد اور ان کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ پوری دنیا کے مسلمان ایک آزمائش میں ہیں بہت تدبر اور تحمل اور حکمت عملی کی ضرورت ہے۔ قادیانیوں‘ ہندوؤں اور یہودیوں کی سازش ہے کہ مسلمان جذبات میں آکر اپنی اپنی حکومتوں سے بھڑ جائیں اور اس طرح پوری دنیا کے مسلمان تباہ ہو جائیں اس سازش کو ناکام بنانے کی ضرورت ہے۔ قادیانیوں کی سازشوں پر نگاہ رکھتے ہوئے قانونی اور آئینی احتجاج کا راستہ اپنایا جائے۔ حکومتوں کو باور کرایا جائے کہ مسلمان دہشت گردی کے سب سے زیادہ مخالف ہیں۔ اپنے اپنے ملک کے قوانین کا احترام کرتے ہوئے احتجاج کیا جائے اور باور کرایا جائے کہ افغانستان کی اسلامی حکومت کسی صورت میں دہشت گرد نہیں‘ یہودیوں نے ان کو بدنام کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم حکومت پاکستان‘ برطانیہ‘ امریکہ‘ کینیڈا اور یورپی ممالک سے بھی کہیں گے کہ اعتدال پسند مسلمانوں کے خلاف ان کا رویہ کسی طور پر مناسب نہیں۔ قادیانیوں‘ ہندوؤں اور یہودیوں کی رپورٹوں کی بنیاد پر تمام مسلمانوں کے خلاف ان کی مہم دنیا کے لئے خطرناک ہے‘ اس لئے وہ اس موقع پر اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور اس جنگ کو اسلام اور عیسائیت کی جنگ قرار دے کر ہر مسلمان کو انتقام کا نشانہ نہ بنائیں‘ ورنہ کسی صورت میں امن و امان قائم نہیں ہوسکے گا۔ اعتدال پسند مسلمان ہی اس وقت دنیا کو اس بحران سے نکال سکتے ہیں۔ افغانستان پر جنگ مسئلہ کا حل نہیں مذاکرات کے ذریعہ ہی اس مسئلہ کا حل نکالا جاسکے گا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اعتدال کا راستہ اختیار کرتے ہوئے تمام مسلمانوں اور دنیا کے تمام طبقوں سے یہی اپیل کرے گی کہ جنگ کا راستہ چھوڑ کر مذاکرات کا راستہ اختیار کیا جائے اور سازشی عناصر اور قادیانیوں کی شرارت اور سازشوں سے مسلمانوں کو بچایا جائے اور دنیا کو ایک امن کا خطہ بنانے کے لئے جدوجہد کی جائے۔

مولانا اللہ وسایا

مہدی و مسیح علیہم السلام کی آمد

قادیانی تلبیس اور اس کا رد

سوال ...... حضرت مہدی و مسیح علیہم السلام کی آمد اور دجال کے خروج کے متعلق اسلامی نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے، قادیانی تلبیس اور اس کا رد کریں۔

جواب ...... مہدی علیہ الرضوان:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روشنی میں سیدنا مہدی علیہ الرضوان کے ظہور کی مندرجہ ذیل شناخت بیان کی گئی ہیں:

(۱) حضرت فاطمہ کی اولاد سے ہوں گے، (۲) مدینہ طیبہ کے اندر پیدا ہوں گے، (۳) والد کا نام عبداللہ ہوگا، (۴) ان کا اپنا نام محمد ہوگا اور لقب مہدی، (۵) چالیس سال کی عمر میں ان کو مکہ مکرمہ حرم کعبہ میں شام کے چالیس ابدالوں کی جماعت پہچانے گی، (۶) وہ کئی لڑائیوں میں مسلمان فوجوں کی قیادت کریں گے، (۷) شام جامع دمشق میں پہنچیں گے تو وہاں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، (۸) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد پہلی نماز حضرت مہدی علیہ الرضوان کے پیچھے ادا کریں گے، (۹) حضرت مہدی علیہ الرضوان کی کل عمر ۴۹ سال ہوگی، چالیس کے بعد خلیفہ بنیں گے، سات سال خلیفہ رہیں گے، دو سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نیابت میں رہیں گے، ۴۹ سال کی عمر میں وفات پائیں گے، (۱۰) ثم یموت ویصلی علیہ المسلمون (مشکوٰۃ: ۴۱۷)۔ تدفین کے مقام کے متعلق احادیث میں صراحت نہیں، البتہ بعض حضرات نے بیت المقدس میں تدفین لکھی ہے۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام:

(۱) اللہ رب العزت کے وہ جلیل القدر پیغمبر و رسول ہیں جن کی رفع سے پہلی پوری زندگی، زہد و انکساری، مسکنت کی زندگی ہے۔ (۲) یہودی ان کے قتل کے درپے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے ظالم ہاتھوں سے آپ کو بچا کر آسمانوں پر زندہ اٹھالیا، (۳) قیامت کے قریب دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہوں گے، (۴) دو زرد رنگ کی چادریں پہن رکھی ہوگی، (۵) دمشق کی مسجد کے شرقی سفید مینار پر نازل ہوں گے، (۶) پہلی نماز کے علاوہ تمام نمازوں میں امامت کرائیں گے، (۷) حاکم عادل ہوں گے، پوری دنیا میں اسلام پھیلائیں گے، (۸) دجال کو مقام لد پر (جو اس وقت اسرائیل کی فضائیہ کا ایئربیس ہے) قتل کریں گے، (۹) نزول کے بعد پینتالیس سال قیام کریں گے، (۱۰) مدینہ طیبہ میں فوت ہوں گے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ روضہ اطہر میں دفن کئے جائیں گے، جہاں آج بھی چوتھی قبر کی جگہ ہے، فیکون قبرہ رابعاً۔ (تاریخ البخاری)

دجال:

(۱) اسلامی تعلیمات اور احادیث کی روشنی میں شخص (متعین) کا نام ہے، جس کی فتنہ پردازیوں سے تمام انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کو ڈراتے آئے۔ گویا دجال ایک ایسا خطرناک فتنہ پرور ہوگا جس کی خوفناک خدا دشمنی پر تمام انبیاء علیہم السلام کا اجماع ہے، (۲) وہ عراق و شام کے درمیانی راستے سے خروج کرے گا، (۳) تمام دنیا کو فتنہ و فساد میں مبتلا کردے گا، (۴) خدائی کا دعویٰ کرے گا، (۵) ممسوح العین ہوگا، یعنی ایک آنکھ چٹیل ہوگی (کانا ہوگا)، (۶) مکہ مدینہ جانے کا ارادہ کرے گا، حرمین کی حفاظت پر مامور اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کا منہ موڑ دیں گے، وہ مکہ، مدینہ نہیں جاسکے گا، (۷) اس کے متبعین زیادہ تر یہودی ہوں گے، (۸) ستر ہزار یہودیوں کی جماعت اس کی فوج میں شامل ہوگی، (۹) مقام لد پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہوگا، (۱۰) وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حربہ (ہتھیار) سے قتل ہوگا۔

اسلامی نقطہ نظر سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان کی قریباً ایک سو اسی علامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مہدی علیہ الرضوان کی تشریف آوری تواتر سے ثابت ہے۔ چنانچہ علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

"فتقرر ان الاحادیث الواردۃ فی المھدی المنتظر متواترۃ والاحادیث الواردۃ فی نزول عیسیٰ بن مریم متواترۃ." (الاذاعہ ص ۷۷)

ترجمہ "چنانچہ یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ مہدی

ختم کے بارے میں وارد شدہ احادیث بھی متواتر ہیں اور حضرت عیسیٰ بن مریم کے بارے میں وارد شدہ احادیث بھی متواتر ہیں۔"

اور حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قال ابو الحسن الخسعی الابدی فی مناقب الشافعی! تواترت الاخبار بان المهدی من هذه الامة وان عیسیٰ یصلی خلفه ذکر ذلک رد الحدیث الذی اخرجه ابن ماجه عن انس و ابنه ولا مهدی الا عیسیٰ"۔ (فتح الباری ص ۳۵ ج۶)

ترجمہ:"ابوالحسن خسعی ابدیؒ نے مناقب شافعی میں لکھا ہے کہ احادیث اس بارے میں متواتر ہیں کہ مہدی اسی امت میں سے ہوں گے اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے ابوالحسن خسعی نے یہ بات اس لئے ذکر فرمائی ہے تا کہ اس حدیث کا رد ہو جائے جو ابن ماجہ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے اور جس میں آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ ہی مہدی ہیں۔"

حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جن احادیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے ان میں سے ایک یہ ہے:

"عن جابر بن عبدالله قال قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهرین الی یوم القیامة قال فینزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرهم تعالی فصل یقول لا: ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة الله علی هذا الامة۔" (مسلم: احمد ص:۳۴۵ ج۳)

ترجمہ:"حضرت جابر عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق کے مقابلہ میں جنگ کرتی رہے گی، دشمنوں پر غالب رہے گی، اس کے بعد آپؐ نے فرمایا آخر میں عیسیٰ ابن مریم اتریں گے (نماز کا وقت ہوگا) مسلمانوں کا امیر ان سے عرض کرے گا تشریف لائیے اور نماز پڑھا دیجئے وہ فرمائیں گے: یہ نہیں ہو سکتا، اس امت کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اکرام و اعزاز ہے کہ تم خود ہی ایک دوسرے کے امام و امیر ہو۔"

اس حدیث سے جہاں ایک جانب یہ ثابت ہوا کہ حضرت امام مہدی علیہ الرضوان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام الگ الگ مقدس ہستیاں ہیں، دوسری جانب اس سے امت محمدیہ کی کرامت و شرافت عظمیٰ بھی ثابت ہوتی ہے کہ قرب قیامت تک اس امت میں ایسے برگزیدہ افراد موجود رہیں گے کہ اسرائیلی سلسلہ کا ایک مقدس رسول آ کر بھی اس کی امامت کی حیثیت کو برقرار رکھ کر ان کے پیچھے نماز ادا فرمائیں گے جو اس بات کا صاف اعلان ہے کہ جس شرافت اور کرامت کے مقام پر تم پہلے فائز تھے آج بھی ہو۔ یہ واقعہ بالکل اسی قسم کا ہے جیسا کہ مرض الوفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وقت کی نماز حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اقتداء میں ادا فرما کر امت کو گویا صریح ہدایت دے دی کہ میرے بعد امامت و اقتداء کی پوری صلاحیت ابوبکر صدیقؓ میں موجود ہے۔

سیدنا مسیح علیہ السلام اور سیدنا مہدی علیہ الرضوان کے متعلق احادیث کی روشنی میں بیان کردہ علامات دیکھنی ہوں تو "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" کے آخر میں علامات قیامت اور نزول (مترجم مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی) اور حضرت مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیعؒ کا رسالہ "مسیح موعود کی پہچان" دیکھی جا سکتی ہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام، حضرت مہدی علیہ الرضوان اور دجال لعین کے متعلق مرزا قادیانی خود تسلیم کرتا ہے کہ یہ تین شخصیات ہیں

"اس لئے ماننا پڑا کہ مسیح موعود اور مہدی اور دجال تینوں مشرق میں ہی ظاہر ہوں گے۔"

(تحفہ گولڑویہ ص ۴۷، خزائن ص ۱۶۷ ج ۱۷)

تینوں مشرق میں ہوں گے، یہ تو قادیانی دجل کا شاہکار ہے، البتہ اتنی بات مرزا قادیانی کے اس حوالہ سے ثابت ہے کہ یہ تین شخصیات علیحدہ علیحدہ ہیں۔

قادیانی مؤقف:

لیکن قادیانی جماعت کی بدنصیبی اور ایمان سے محرومی کو دیکھئے کہ ان کا مؤقف ہے کہ مسیح علیہ السلام اور مہدی ایک شخصیت ہے، اور وہ مرزا قادیانی ملعون ہے۔ حالانکہ مسیح علیہ السلام اور مہدی علیہ الرضوان دو علیحدہ علیحدہ شخصیات ہیں، ان کے نام، کام، جائے پیدائش، جائے نزول، وقت ظہور، مدت قیام، عمر، دونوں علیحدہ تفصیلات کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ لیکن قادیانی دجال اور اس کی جماعت کے دجل کو دیکھو سینکڑوں احادیث صحیحہ متواترہ کو چھوڑ کر ایک جھوٹی و وضعی روایت سے اپنا عقیدہ ثابت کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ دیکھئے مرزا نے کہا:

"ایها الناس انی انا المسیح المهدی و انا احمد المهدی۔"

(خطبہ الهامیہ خزائن ص ۱۶۱ ج ۱۶)

ترجمہ:"اے لوگو! میں وہ مسیح ہوں کہ جو محمدی سلسلہ میں ہے اور میں احمد مہدی ہوں۔"

قاضی محمد نذیر قادیانی لکھتا ہے:

"امام مہدی اور مسیح موعود ایک ہی شخص ہے۔"

(امام مہدی کا ظہور ص ۱۶)

قادیانی مغالطہ:

قادیانی گروہ دلیل میں ابن ماجہ کی روایت پیش

کرتا ہے:

"لاالمہدی الاعیسیٰ بن مریم"۔

(ابن ماجہ ص۳۰۲ باب شدۃ الزمان)

یہی قاضی محمد نذیر اس حدیث کے متعلق لکھتا ہے:

"اس حدیث نے ناطق فیصلہ دے دیا ہے کہ عیسیٰ بن مریم ہی المہدی ہے اور اس کے علاوہ کوئی "المہدی" نہیں ہے۔"

یہ حدیث اولاً تو ضعیف ہے، ثانیاً اس کا مطلب وہ نہیں جو قادیانی سمجھاتے ہیں۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

"حدیث المهدی الا عیسی بن مریم ضعیف باتفاق المحدثین کما صرح به الجزری علی انه من باب لافتی الا علیؓ۔" (مرقاۃ ص۱۸۰ ج۵)

ترجمہ: "حدیث لامہدی عیسیٰ بن مریم باتفاق محدثین ضعیف ہیں جیسا کہ ابن جزریؒ نے اس کی صراحت کی ہے، علاوہ ازیں یہ "لافتی الا علیؓ" کے قبیل سے ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی درجہ میں حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو اس کا وہی مطلب ہے جو لافتی الا علی کا ہے۔ یعنی مہدی صفت کا صیغہ ہے اور اس کے لغوی معنی مراد ہیں اور یہ بتایا گیا ہے کہ اعلیٰ درجہ کے ہدایت یافتہ عیسیٰ بن مریم ہی ہیں۔ بطور حصر اضافی جیسے "لافتی الا علیؓ" کے معنی اعلیٰ درجہ کے جوان اور بہادر حضرت علیؓ ہی ہیں۔

یہ مطلب لینا غلط ہے کہ جس شخصیت کا نام مہدی ہے، وہ عیسیٰ بن مریم ہی کی شخصیت ہے۔ اس لئے نزول عیسیٰ کی مذکورہ بالا روایات صحیح متواترہ سے صاف طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے نہ یہ کہ وہ دنیا میں کسی خاندان سے پیدا ہوں گے، جب کہ حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کے بارے میں حدیث ہے:

۱:...... "قال رسول الله صلی الله علیه وسلم المهدی من عترتی من اولاد فاطمة"۔ (ابوداؤد ص:۲۴۸ ج۲)

ترجمہ: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی میری عترت سے ہوگا یعنی حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے۔"

۲:...... "یواطئ اسمه اسمی واسم ابیه اسم ابی۔" (ابوداؤد ص۲۴۷ ج۲)

ترجمہ: "جو میرا نام ہے وہی اس کا نام ہوگا، جو میرے باپ کا نام ہے، وہی اس کے باپ کا نام ہوگا۔"

اور حدیث مندرجہ ذیل نے معاملہ بالکل منقح کردیا ہے۔

۳:...... "کیف تهلك امة انا اولها والمهدی وسطها والمسیح اخرها"۔ (مشکوٰۃ ص ۵۸۳ ج۲)

ترجمہ: "وہ امت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے جس کی ابتداء میں، میں (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں درمیان میں مہدی، اور آخر میں مسیح علیہ السلام ہیں۔"

یہ حدیث اس مسئلہ میں بانگ دہل اعلان کررہی ہے کہ مرزا قادیانی کا مؤقف صراحتاً دجل و کذب کا شاہکار ہے لیکن بے بصیرت و بے بصارت قادیانی گروہ کو یہ صاف صاف روایتیں بھی نظر نہیں آتیں اور پوری بے شرمی کے ساتھ مسیح ومہدی کے ایک ہونے کی رٹ لگاتا رہتا ہے۔ حالانکہ دونوں کے بارے میں روایات الگ الگ اور متواتر آئی ہیں۔

دجال:

۱:...... رہا دجال کے متعلق قادیانی مؤقف، تو وہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہا۔ پہلے کہا کہ اس سے مراد پادری ہیں۔ اس پر سوال ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، میں رو رہی تھی، آپؐ نے رونے کی وجہ دریافت فرمائی، میں نے عرض کیا کہ دجال کے بارہ میں آپؐ نے تفصیلات بیان فرمائی: میں سن کر پریشان ہوگئی، اب خیال آتے ہی فوراً رونا آگیا، آپؐ نے فرمایا کہ: میں زندہ ہوا اور وہ آگیا تو تمہاری طرف سے میں کافی ہوں۔ اگر میری زندگی میں نہ آیا تو جو شخص سورہ کہف کی آخری آیات پڑھتا رہے وہ اس سے محفوظ رہے گا۔ اگر پادری ہی دجال تھے، وہ تو حضور علیہ السلام کے زمانہ میں بھی موجود تھے۔

۲:...... پھر مرزا نے کہا کہ اس سے مراد انگریز قوم ہے۔ اس سے کہا گیا کہ اگر انگریز ہیں تو دجال کو حضرت مسیح علیہ السلام قتل کریں گے تم تو "انگریز کے خود کاشتہ پودا" ہو۔

۳:...... پھر مرزا نے کہا کہ اس سے مراد روس ہے، تو اس سے کہا گیا کہ دجال تو شخص واحد ہے، قوم مراد نہیں، اس نے کہا کہ دجال نہیں حدیث میں "رجال" ہے۔ یہ تو اس کی جہالت کی دلیل۔ اس کی تردید کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ ابن صیاد کے مسئلہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمرؓ نے اجازت مانگی کہ میں اسے قتل کردوں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ وہی (دجال) ہے تو "لست صاحبه" تم اس کو قتل نہیں کرسکتے، اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی قتل کریں گے۔

ابن صیاد کی بابت کتب احادیث میں تفصیل سے روایات موجود ہیں۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دجال تلوار سے قتل ہوگا، نہ کہ قلم سے جیسا کہ قادیانیوں کا مؤقف ہے۔

خلاصہ: یہ کہ مرزا قادیانی اور اس کی ذریت کا مؤقف اسلام کے چودہ سو سالہ مؤقف کے خلاف ہے۔

مولانا محمد رابع حسنی ندوی

زندگی کے بگاڑ کا اصل علاج خوفِ خدا

ہر قائد ملک کی ذمہ داری ہے کہ بگڑے ہوئے حالات کو درست کرنے کی کوشش کریں اور ایسی زندگی استوار کرنے کی طرف توجہ کریں جس میں امن ہو آپسی رواداری اور ہمدردی ہو' انسانیت کی قدروں کی پاسداری ہو' اور اپنے رب واحد کے احکام کی تابعداری ہو' تا کہ ملک وملت چین وراحت' امن و خوشحالی سے زیادہ سے زیادہ متمتع ہو اور صحیح انسانی معاشرہ قائم ہو سکے۔

دنیا کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اگر پروردگار عالم کا ڈر نہ ہو اور آخرت میں جزا و سزا کا تصور نہ ہو تو انسان اپنے نفس کا بندہ اور زندگی کے ہر معاملہ کو صرف اپنے دنیاوی مفادات کے پس منظر میں دیکھنے والا بن جاتا ہے' اور یہ بات بعض وقت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اس کی خاطر دوسروں کے ساتھ حق تلفی بلکہ ظلم و چیرہ دستی کرنے سے بھی باز نہیں آتا' یہ بات قوموں کی زندگی میں بھی پائی جاتی ہے اور افراد کی زندگی میں بھی نمایاں طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔

تاریخ انسانی میں خوف خدا اور خوف آخرت سے عاری معاشروں میں اس سلسلہ کے بڑے افسوسناک واقعات' ظالمانہ رویے برابر واقع ہوتے رہتے ہیں' قرآن مجید میں ایسے معاشرہ کا جہاں جہاں تذکرہ آیا ہے وہاں ان کے ظالمانہ طور و طریق کو واضح کیا گیا ہے' اور ان کے بگاڑ کے تذکرہ کے ساتھ اس کی بنیادی وجہ خدائے واحد کی تابعداری سے ان کے برگشتگی ظاہر کی گئی ہے۔

فراعنہ مصر نے اپنے انتقال کرنے والے بادشاہوں کے پہاڑ جیسے مقبرے بنانے کے لئے اپنے عوام سے کس قدر ظالمانہ طریقہ سے بیگار لیا اور اس کی بنا پر ظلم و زیادتی کے ذریعہ اپنی عظمت کے نشانات قائم کرنے کی مثالیں پیش کیں' پھر اپنے دنیوی فائدوں کے لئے اپنی ماتحت اقلیتی قوم بنی اسرائیل کی شریف زادیوں کو اپنی کنیزیں بنایا تاکہ ان سے بے محابا خدمت لیں اور فائدہ اٹھائیں اور ان کے بچوں کو عمومی طور پر تہ تیغ کرنے کا طریقہ اختیار کیا کہ وہ بڑے ہو کر مقابلہ پر نہ آسکیں' قرآن مجید اس کا ذکر اس طرح کرتا ہے:

"یذبح ابناء ھم ویستحی نساء ھم"

ترجمہ: "ان کے لڑکوں کو ذبح کرتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا۔"

دوسری طرف قوم عاد و ثمود اور عمالقہ اپنی طاقت اور زور دستی کا مظاہرہ کرتے پھرتے تھے' جس کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

ترجمہ: "ہر جگہ پر تم کوئی شاندار یادگار تعمیر کرتے ہو اور جب کسی پر تم طاقت کا استعمال کرتے ہو تو بڑے جبار اور قہار بن کر طاقت کا استعمال کرتے ہو۔"

قرآن مجید نے ان قوموں کا ذکر غالباً اس لئے کیا کہ یہ آئندہ آنے والے لوگ سمجھیں کہ آئندہ بھی خدائے واحد سے برگشتہ اور آخرت فراموش قوموں کا بھی یہی وطیرہ بن سکتا ہے۔ لہٰذا لوگ اس کو سمجھیں اور اپنے کو باطل پسندی اور نفس پرستی سے ہٹا کر خدائے واحد کے مقرر کئے ہوئے راہ مستقیم پر گامزن کریں' ورنہ وہ عذاب الٰہی کا شکار ہوں گے۔

قرآن مجید میں قوموں کے ساتھ ساتھ افراد میں اس طرح کے رویہ کی مثالیں بھی بیان کی گئی ہیں جو زیادہ تر بنی اسرائیل کے افراد کی ہیں جب ان کا شروع کا اچھا زمانہ گزر جانے کے بعد ان کے بہت سے لوگ نفس پرستی اور دنیا طلبی میں مبتلا ہونے لگے اور بددیانتی اور خود غرضی اور ناانصافی کے مرتکب ہوئے جو کہ دنیا سے ان کی نفس پرستانہ محبت و الفت کی وجہ سے اور خواہش نفس کی تابعداری میں ہوا۔ قرآن مجید میں یہ سب باتیں محض تاریخ بتانے کے لئے نہیں دی گئیں بلکہ یہ اس لئے بیان کی گئیں کہ آنے والی قومیں اور ان کے افراد سبق لیں اور اپنی زندگیوں کو صحیح رخ دیں اور وہ صحیح رخ پروردگار عالم کی ناراضی کے ڈر اور آخرت میں جزا و سزا کے تصور سے جڑا ہوا ہے۔

قرآن مجید میں صاف صاف بتایا گیا ہے کہ

جب انسانی معاشرے میں خرابیاں بہت عام اور بھیانک حد تک پہنچ جاتی ہیں تو پورا معاشرہ غضب الٰہی کا شکار ہوتا ہے اور بعض وقت اس کا اثر پورے معاشرے کی مکمل تباہی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ انسان عموماً اپنی طاقت و دولت کے نشے میں ان حقائق سے چشم پوشی کر لیتا ہے جس کا خراب انجام اس کو بعد میں جھیلنا پڑتا ہے۔

قرآن مجید نے بہت سے واقعات اسی سلسلہ کے بیان کئے ہیں اور ان کا مقصد خدائے واحد پر ایمان رکھنے والوں کو توجہ دلانا ہے' ان میں سے بعض واقعات برسر اقتدار نسل کے ماتحت نسلوں کو دبانے اور نظر انداز کرنے کے ہیں' بعض واقعات اصحاب اقتدار کی طرف سے اپنی رعیت کے ساتھ ظلم و حق تلفی اور استحصال کرنے کی صورت میں سامنے آتے ہیں اور بعض واقعات اہل ثروت و عظمت لوگوں کی طرف سے اپنی بے جا شان و عظمت کا مظاہرہ کرنے اور دوسروں کو اس کی خاطر پامال کرنے کے ہوتے ہیں' بعض واقعات معاشرہ میں کرپشن کے عام ہو جانے اور اپنی بیہودگیوں پر جرأت کے ساتھ عمل کرنے کے ہیں اور بعض واقعات بدمعاملگی اور کاروبار میں دھوکہ دہی کرنے اور ڈنڈی مارنے کے عمل عام ہو جانے کے ہیں' ایسی قوموں کے سلسلہ میں جن میں مذکورہ بالا واقعات عام ہوئے اور ان کو سمجھانے والوں نے بہت بہت سمجھایا لیکن وہ اپنے میں تبدیلی نہیں لائے' بالآخر کوئی ایسی مصیبت ان پر ڈالی گئی کہ پوری پوری نسل تباہ ہو گئی۔ کہیں زلزلے نے' کہیں طوفان نے' کہیں کسی اور آسمانی اور زمینی آفت سے تباہی آئی اور خدا کے حکموں کو پامال کرنے اور تکبر اور بیجا زور دستی اور زیادتی اختیار کرنے پر سزا دی گئی۔

آج کی دنیا میں ایسی ساری خرابیاں موجود ہیں اور بدستور جاری ہیں' ان کے دور کرنے اور ان سے بچنے کی فکر کرنی مفقود ہے۔ انسانی معاشرہ کرپٹ ہوتا جا رہا ہے' اظہار شان و شوکت کے لئے شاندار عمارتیں' مالی منفعت کے لئے غریبوں کے استحصال کے ادارے' حصول اقتدار کے لئے ہر طرح کا توڑ جوڑ' طاقت و عظمت کے جھوٹے مظاہر' اقتدار کے بل پر دوسروں کو دبانے اور ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کے طریقے' کاروبار و لین دین میں چالاکی اور دھوکہ دہی' مذہبی یا نسلی بنیاد پر جور و ظلم و حق تلفی' وہ کون کون سی ایسی باتیں ہیں جو اس وقت کے انسانی معاشرے میں عام نہیں ہوتی جاری ہیں' لیکن باوجود عہد حاضر کے جمہوریت اور مساوات کے دعوؤں اور نعروں کے اور آزادی رائے اور حریت انسانی کے اعلانات کے اکثر جگہوں پر جبر و استحصال اور حق تلفی اور کمزور کو کمزور بنائے رکھنے کا سلسلہ جاری ہے' اور بعض بعض جگہوں پر تو ظلم و تعدی کی ماقبل تاریخ کی مثالیں تازہ کر دی گئی ہیں' جن کی گواہی سائبیریا میں جلاوطن کئے جانے والے افراد کے حالات اور جنوبی یورپ کے اقلیتی آبادیوں کے ساتھ سفاکی برتنے اور فلسطینیوں کے ساتھ حق تلفی اور ظلم کے واقعات سے ملتی ہے۔ دنیا کے کئی متمدن ترین اور آزادی و جمہوریت کے دعویدار ملکوں میں گورے اور کالے کے درمیان ظالمانہ امتیاز کی مثالیں ابھی ذہنوں میں تازہ ہیں۔ یہ تو اجتماعی دائرے کے حالات ہیں' ان کے ساتھ ساتھ انفرادی زندگی کے دائرے میں خود غرضی' بوالہوسی' چیرہ دستی اور بداعمالی کے حالات دنیا کے اکثر خطوں میں کھلے طریقے سے دیکھے جاسکتے ہیں اور اس سب پر مستزاد یہ کہ خوف خدا کا فقدان اور آخرت کی جزاء و سزا سے مکمل بے نیازی صورت حال کو اور زیادہ خراب اور قابل مواخذہ بنا رہی ہے۔ ایسی صورت میں غضب الٰہی کا کسی وقت آ جانا کوئی تعجب کی بات نہیں' اس سلسلہ میں مسلمانوں کو بھی توجہ کی ضرورت ہے کہ ان میں بھی ان میں سے متعدد خرابیاں کھلے طریقہ سے دیکھی جاسکتی ہیں یہ سب بہت ڈرنے کی اور خطرہ محسوس کرنے کی باتیں ہیں' پروردگار عالم یہ سب دیکھتا ہے اور ان باتوں کو جو ظلم و جبر اور خدائے واحد کے احکامات سے روگردانی اور آخرت کی جزاء و سزا سے بے پرواہی کی صورت میں ظاہر ہوتی جاتی ہیں سخت ناپسند کرتا ہے لیکن اس کی طرف سے مہلت اور اصلاح کر لینے کا موقع دینے کا معاملہ ہے تاکہ خطاکار لوگ مہلت سے فائدہ اٹھا کر اپنے کو درست کریں لیکن وہ اگر مہلت سے نہ فائدہ اٹھائیں اور نہ ہی سمجھانے سے مانیں اور اپنی اصلاح نہ کریں تو ان کے لئے پھر پکڑ اور عذاب ہے۔

اولاً رہبران اخلاق و مذہب کی ذمہ داری ہے کہ خدا کا خوف دلائیں اور آخرت کی پکڑ سے ڈرائیں اور حالات کو بہتر بنانے کی طرف توجہ دلائیں ہر قائد ملک کی ذمہ داری ہے کہ بگڑے ہوئے حالات کو درست کرنے کی کوشش کریں اور ایسی زندگی استوار کرنے کی طرف توجہ کریں جس میں امن ہو' آپسی رواداری اور ہمدردی ہو' انسانیت کی قدروں کی پاسداری ہو اور اپنے رب واحد کے احکام کی تابعداری ہو' تاکہ ملک و ملت چین و راحت' امن و خوشحالی سے زیادہ سے زیادہ متمتع ہو اور صحیح انسانی معاشرہ قائم ہو سکے۔

تحریر: عبدالغنی فاروق

خطیب و مجاہد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے عمر بھر تحفظ ختم نبوتؐ کے لئے مصائب و آلام برداشت کئے' قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن قادیانی عقائد و عزائم سے ملک کو قوم کو خبردار کیا۔ قیام پاکستان کے بعد شاہ جیؒ نے اپنا فرض سمجھا کہ جس فتنے کی وہ عمر بھر سرکوبی کرتے رہے وہ اب ایک مسلم ریاست میں برگ و بار نہ لا سکے۔ (مدیر)

شاہ جیؒ سیاست سے کنارہ کشی کا عہد کر چکے تھے' مگر پاکستان میں اسلامی تقاضوں سے اغماض' خصوصاً قادیانیوں کے روزافزوں اثر و رسوخ پر وہ بہت پریشان تھے۔ پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ ایک قادیانی (سر ظفر اللہ خان) نامزد کیا گیا تو وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر قادیانیوں نے پاکستان پر قبضہ کرنے کی سازشیں شروع کر دیں اور ابتدائی اقدام کے طور پر بلوچستان کو قادیانی اکثریت کے صوبے میں تبدیل کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔ ربوہ کا قادیانی خلیفہ برملا اس قسم کے بیان دینے لگا:

"۱۹۵۲ء کو گزرنے نہ دیجئے' جب تک احمدیت کا رعب دشمن اس رنگ میں محسوس نہ کرے کہ اب احمدیت مٹائی نہیں جا سکتی اور وہ مجبور ہو کر احمدیت کی آغوش میں آ گرے۔" (الفضل ۱۶/جنوری ۱۹۵۲ء)

"وقت آنے والا ہے جب یہ لوگ (مخالفین) مجرموں کی حیثیت میں ہمارے سامنے پیش ہوں گے۔"

"میں یہ جانتا ہوں کہ اب بلوچستان ہمارے ہاتھوں سے نکل نہیں سکتا۔ یہ ہماری شکارگاہ ہوگا' دنیا کی ساری قومیں مل کر بھی ہم سے یہ علاقہ چھین نہیں سکتیں۔"

شاہ جیؒ نے اپنا فرض سمجھا کہ جس فتنے کی وہ عمر بھر سرکوبی کرتے رہے ہیں' وہ اب ایک مسلم ریاست میں برگ و بار نہ لا سکے۔ یہی وہ اضطراب تھا جو ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کا پیش خیمہ بنا۔ انہیں کی ہدایت پر لاہور میں ۱۳/جنوری ۱۹۵۲ء کو کل جماعتی کانفرنس طلب کی گئی جس میں ہر مکتب فکر نے شرکت کی اور مندرجہ ذیل مطالبات پر مبنی قرارداد منظور کی گئی۔

"۱:..... مرزائیوں کو مسلمانوں سے الگ اقلیت قرار دیا جائے۔

۲:..... چودھری ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ سے سبکدوش کیا جائے۔

۳:..... مرزائی افسروں کو کلیدی اسامیوں سے الگ کیا جائے۔

۴:..... ربوہ کی بقیہ اراضی پر مہاجرین کو آباد کیا جائے۔"

لیکن افسوس کہ مطالبات پر ہمدردانہ غور کرنے کے بجائے متعدد رہنما گرفتار کر لئے گئے' ملتان میں ایک جلوس پر وحشیانہ فائرنگ ہوئی جس سے چھ آدمی شہید اور دس زخمی ہوئے۔

یہ مضمون تفصیل کا متحمل نہیں ہو سکتا' مختصراً یہ کہ جب کراچی میں راست اقدام کا فیصلہ کیا گیا' تو ۲۶/فروری ۱۹۵۳ء کی رات کو شاہ جیؒ اور ان کے رفقاء گرفتار کر لئے گئے اور پنجاب کے تمام شہروں میں احرار کے رہنما اور کارکن پکڑ لئے گئے' بیسیوں نوجوان شہید اور ہزاروں زخمی ہوئے۔ لاہور میں مارشل لاء لگا دیا گیا۔ شاہ جیؒ اور ان کے رفقاء کو پہلے کراچی اور پھر سکھر جیل میں رکھا گیا۔ یہاں ان کے لئے طرح طرح کی پریشانیاں پیدا کی گئیں جس سے ان کی صحت تباہ ہو کر رہ گئی' گرفتاری کے خلاف رٹ دائر کی گئی' تو جسٹس ایس اے رحمٰن نے انہیں ۸/فروری ۱۹۵۴ء کو رہا کر دیا اس وقت وہ سینٹرل جیل لاہور میں تھے۔

اگرچہ شاہ جیؒ کا دل ٹوٹ گیا تھا' تاہم رہائی

کے بعد انہوں نے مسلسل دورے کئے اور عوام کو مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت اور پاکستان میں قادیانی عزائم سے آگاہ کرتے رہے جس سے گھبرا کر انہیں ۱۹۵۵ء میں چھ ماہ کے لئے گھر میں نظر بند کیا گیا۔ پھر ۱۴/اپریل ۱۹۵۶ء کو گرفتار ہوئے اور چھ ماہ تک مقدمہ چلتا رہا۔ ڈاکٹر خان صاحب وزیر اعلیٰ بنے تو انہوں نے سارے الزامات واپس لے لئے۔

۱۶/نومبر ۱۹۵۴ء کی بات ہے شاہ جیؒ گھر میں وضو کر رہے تھے کہ جسم کے دائیں جانب فالج کا ہلکا سا حملہ ہوا‘ مگر اس کا اثر جلد ہی زائل ہو گیا اواخر ۱۹۵۶ء میں جسمانی عوارض یکا یک عود کر آئے اور پھر ایسے گرے کہ چار برس تک چارپائی سے لگے رہے‘ کبھی برائے نام صحت ہو جاتی ہے‘ ۱۶/ مارچ ۱۹۶۱ء کو فالج کا شدید حملہ ہوا اور ۲۱/اگست ۱۹۶۱ء کی شام کو یہ نابغہ روزگار اور تحریک ختم نبوت کا سپہ سالار اعظم کلمہ طیبہ کا ورد کرتا ہوا خالق حقیقی سے جا ملا تقریباً دو لاکھ انسان جنازے کے جلوس میں شریک ہوئے جو ایک میل لمبا تھا بڑے صاحبزادے سید ابوذر بخاری نے نماز جنازہ پڑھائی اور انسانی عظمتوں اور شرافتوں کا یہ پیکر باغ لانگے خان کے نزدیک جلال باقری کے مشہور قبرستان میں ابدی نیند سو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شاہ جیؒ کے نو بچے تھے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں بچپن میں وفات پا گئیں۔ باقی بچوں کی تربیت مثالی اسلامی طریقے سے کی چاروں بچے حافظ قرآن اور عربی و دینیات کے عالم بنے بچی کی بھی ایسی ہی تربیت کی۔ انگریزی زبان سے سخت الرجک تھے اس لئے کسی بچے کو جدید تعلیم نہ دی۔ کہتے تھے اس سے بہتر ہے میں انہیں زندہ دفنا دوں۔

شاہ جیؒ عقیدۃً حنفی تھے‘ لیکن تنگ نظری انہیں چھو کر بھی نہیں گزری تھی بعض ہم عصر علماء کی مانند کسی جماعت یا عالم کے خلاف محاذ بنایا نہ مخالفت برائے مخالفت کو بنیاد بنا کر کسی کی کردار کشی کی‘ بلکہ اختلاف کے باوجود دوسروں کی خوبیوں کا کھلے دل سے اعتراف کرتے‘ البتہ ایسے اصحاب کو خواہ وہ بظاہر رشد و قیادت کے کسی بھی درجے پر فائز ہوں‘ ہرگز معاف نہ کرتے جو انگریز دوست ہوتے تھے یا پھر وہ ایسے آثار و مظاہر گوارا نہ کرتے جسے شرک فی التوحید یا شرک فی النبوۃ کا پہلو نکلتا تھا۔

وہ روایتی طور پر صوفی نہ تھے‘ لیکن زندگی گزارنے کیلئے شیخ کی صحبت ضروری سمجھتے تھے‘ یہی سبب تھا کہ انہوں نے پہلے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ گولڑہ اور ان کی رحلت کے بعد حضرت عبدالقادر رائے پوریؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور دونوں مرشد اپنے مرید پر فخر کرتے تھے‘ وہ حقیقتاً ایک سیدھے سادے راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ ان کے ہاں مذہب کی دعوت اور دین کا آزار بالکل نہ تھے۔ اہل اللہ کے سوا کسی سے مرعوب نہ ہوتے قدرت سے بے نیاز طبیعت لے کر پیدا ہوئے تھے اور آخری سانس تک اس پر قائم رہے کوئی شخص اپنے اقتدار یا وجاہت کے بل پر ان سے کوئی مطالبہ نہیں کر سکتا تھا۔

شاہ جیؒ نے صحیح معنوں میں قلندرانہ زندگی گزاری تمام عمر موٹا جھوٹا پہنا کھدر کبھی ترک نہ کیا پہلے شلوار کرتا پہنتے‘ پھر تہہ بند باندھنے لگے‘ خوراک سادہ کھاتے محلوں اور جھونپڑوں میں مہمان ہوتے‘ لیکن کسی چیز سے رغبت نہ رکھی‘ جو دال دلیہ ملا کھا لیا‘ چائے البتہ اہتمام سے پیتے۔

اپنے دوستوں سے بڑی محبت تھی‘ کبھی کسی کی غیبت نہ کی۔ دوستوں میں ہر مسلک کے لوگ شامل تھے لیکن سب سے یک گونہ تعلق قائم تھا۔ برصغیر کے ہر سیاسی و مذہبی رہنما سے ان کے مراسم تھے‘ ہر ایک کے بارے میں دوٹوک رائے رکھتے تھے اگر کسی کے خلاف رائے قائم ہو گئی تو اس میں کینہ یا بغض ہرگز شامل نہ ہوتا‘ نہ کسی سے ذاتی بنیادوں پر انتقام لینے کی فکر کرتے۔

شاہ جیؒ نے چالیس سالہ بھرپور سیاسی زندگی کے نو سال جیلوں میں گزار دیئے‘ مگر شگفتہ مزاجی اور خوش طبعی سے کبھی کنارہ کش نہ ہوئے۔ یبوست اور خشکی سے انہیں چڑ تھی لطیفہ گوئی اور برجستہ کلامی میں اتنے مشاق تھے کہ سارے برصغیر میں ان کی ٹکر کا ایک آدمی بھی نہ تھا عربی‘ فارسی‘ اردو‘ پنجابی کے ہزاروں شعر‘ منقولے‘ حکایات اور لطائف نوک زباں پر تھے اور کارکن ان کے محفلوں میں بیٹھ کر ہر قسم کے غم بھول جایا کرتے تھے لیکن قرآن و حدیث اور سنت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور صفات سے غایت درجے کا عشق تھا اور اسی عشق نے انہیں فارسی زبان کا بہت اچھا نعت گو بنا دیا تھا‘ وہ سنت نبوی کا چلتا پھرتا جیتا جاگتا نمونہ تھے۔ بہت ہمدرد ہمسائے‘ بہت مخلص دوست‘ ایثار پیشہ قائد اور صحیح معنوں میں مسلمان باپ تھے۔ ایسے لوگ صدیوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں اور صدیوں تک فراموش نہیں ہوتے۔

☆☆..........☆☆

(مولانا) محمد اشرف کھوکھر

توضیح وتشریح الحلیم جل جلالہ

اللہ! حلیم جل جلالہ اپنے بندوں کے حلم وبردباری' عفو ودرگزر کو پسند فرماتا ہے' حلم' بردباری' عفو ودرگزر اور دینی رواداری مستحسن صفات ہیں' لیکن جہاں سے مسلمان کے ایمان وایقان کی سرحدیں متاثر ہوں وہاں سے دینی غیرت وحمیت کا آغاز ہوتا ہے۔
(مدیر)

الحلیم: اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں سے ایک ہے لغت میں حلیم' بردبار' متحمل مزاج' نرم' ملائم کو کہا جاتا ہے۔ الحلیم وہ بردبار جو باوجود پوری قدرت و طاقت کے انتقام لینے میں جلدی نہیں کرتا۔

رسول آخرین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی آخری آسمانی کتاب قرآن کریم میں متعدد جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس صفت کو بیان فرمایا ہے۔ کہیں فرمایا "واللہ غفور حلیم" بے شک وہ بڑا مغفرت والا اور حلم والا ہے۔ کہیں اللہ تعالیٰ نے علیم کے ساتھ اپنی صفت حلیم کو ذکر فرمایا ہے۔ صفت حلم کا کچھ حصہ الحلیم جل جلالہ نے انسان میں رکھا ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم ملا تو ان کی بردبار طبیعت پر کچھ زیادہ اثر نہ ہوا اگرچہ اولاد کی فطری محبت انسان کی طبیعت میں رچی بسی ہوئی ہے۔

انسان خطا کا پتلا ہے' غلطی' کوتاہی سرزد ہو جاتی ہے لیکن الحلیم جل جلالہ فوری طور پر سزا نہیں دیتا اور الحلیم جل جلالہ کا حلم غضب پر حاوی ہو جاتا ہے۔ دنیا میں دو طرح کے انسان ہیں:

(۱) فرمانبردار' (۲) نافرمان

الحلیم جل جلالہ سب کو رزق دینے میں بخل نہیں کرتا' سب کو رزق دیتا ہے' دنیا میں بڑے بڑے ظالم اور جابر لوگ گزرے ہیں جنہوں نے مخلوق خدا پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے' جائز و ناجائز سزائیں دیں' قتل و غارت گری' زنا' چوری اور ڈاکہ زنی اور رہزنی میں اپنے [illegible] استعمال کیا۔ بڑے بڑے متکبر اور ظالم بادشاہوں نے رعایا کا خون چوسا ان کی غربت و افلاس سے ناجائز فائدہ اٹھایا ان کی عزتوں کو پامال کیا' اور ہر طرح کے ظلم وتشدد کئے' الٹا' کالے پانی اور شور کی بے جا اور ناجائز سزائیں دیں غرض کہ ہر طرح مخلوق خدا کا جینا دوبھر کیا لیکن الحلیم جل جلالہ نے باوجود پوری قدرت و طاقت کے انتقام لینے میں جلدی نہیں کی' اس لئے کہ وہ بڑا علیم اور بردبار ہے۔

اللہ رب العزت نے صفت حلم کا کچھ حصہ اپنی مخلوق میں بھی ودیعت کیا ہے۔ تمام انسانوں سے زیادہ حلم اپنے انبیاؑ و رسول علیہم السلام میں ودیعت فرمایا۔ رسول آخرین صلی اللہ علیہ وسلم بہت حلیم اور بردبار تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام جانی دشمنوں کو معاف فرمادیا حالانکہ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا' شعب ابی طالب میں محصور ہونے پر مجبور کیا' رات کی تاریکی میں اپنے آبائی شہر اور مرکز ومحور تجلیات الٰہی حرم کعبہ کو چھوڑنے پر مجبور کیا' پھر مدینہ منورہ میں سکون وچین کی زندگی نہ گزارنے دی' جنگیں لڑیں' پتھر مارے' دندان مبارک شہید کئے غرضیکہ ہر ظلم روا رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا' بلالؓ وخبیبؓ پر ظلم وستم ڈھایا' سمیہؓ اور یاسرؓ کو شہید کیا اور دیگر بہت سے صحابہ کرامؓ کو شہید کیا لیکن قربان جائیے رسول آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم' عفو ودرگزر پر آپ نے سب کو یہ کہہ کر معاف کر دیا کہ:

"لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الرحمین"

ترجمہ: "آج تم پر کچھ الزام نہیں' اللہ تم کو معاف کر دے اور بے شک وہ رحم کرنے والوں میں سے سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔"

اپنے سب سے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبانے والی ہندہ تک کو معاف فرمادیا۔ یہ ہیں رسول آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم کے تابندہ نقوش!!

صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک موقع پر کچھ قیدی آئے' ان میں ایک عورت کا بچہ مل گیا جو اس کا تھا' دیکھتے ہی مامتا کی خاص تڑپ کے ساتھ اسے سینے سے لگا کر دودھ پلانے لگی۔ بچہ مل جانے کی خوشی اور دودھ پلانے کی پرسرور تسکین سے وہ بظاہر اس درجہ سرشار ہوگئی کہ گردوپیش اور ماحول کا بھی کچھ خیال نہ رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیفیت دیکھ کر فرمایا:

مفہوم: "تمہارا کیا خیال ہے کہ آیا یہ عورت اپنا بچہ آگ میں ڈال دینے کے لئے تیار ہو جائے گی؟"

ہم نے عرض کیا:

جب تک اس کی طاقت وقدرت میں ہے

بھی نہ ڈالے گی؟

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اللہ اپنے بندوں کے لئے اس سے زیادہ رحیم ہے جتنی یہ عورت اپنے بچے کے لئے ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں حلم کے واقعات بہت ہیں جنہیں بخوف طوالت اس چھوٹے سے مقالہ میں لکھنے سے قاصر ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں بھی حلم کے واقعات بے شمار ملتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی قبیلے کا سردار آپؐ سے ملنے آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کو دوسری جگہ پہنچانے کے لئے حکم دیا۔ میں انتہائی گرمی کے موسم میں شدید دھوپ میں ننگے پاؤں اس کی اونٹنی کے ساتھ چل رہا تھا۔ میں نے کہا چادر دھوپ سخت ہے میرے پاؤں جلتے ہیں مجھے اپنا ردیف بنالو؟ وہ بولا تو اس قابل نہیں کہ میں تجھے اپنا ردیف بنالوں۔ میں نے کہا: مجھے جوتا دے دیجئے؟ کہا تو اس قابل نہیں کہ سرداروں کے جوتے پہنے۔ البتہ میری اونٹنی کے سایہ میں چل سکتے ہو پھر وہ زمانہ آیا کہ میں خلیفہ وقت بنا تو وہی سردار مجھے ملنے کے لئے آیا۔ میں نے اسے اپنے برابر اپنی مسند پر بٹھایا اور کچھ نہ کہا۔

خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ کا حلم و بردباری مثالی تھی۔ یہاں تک کہ اپنے حلم کی وجہ سے اپنے گھر کے اندر محصوری اور بلوائیوں کے حملوں کے نتیجے میں شہادت کو قبول کر کے حلم و بردباری کا عظیم سبق اور امت مسلمہ کے لئے روشن اور عمدہ نمونہ پیش فرمایا۔

حضرت علیؓ کا قصہ تاریخ کی زینت بنا ہوا ہے۔ آپؓ نے اپنے مقابل حریف کو پچھاڑا اور سرتن سے جدا کرنا چاہا لیکن اس نے آپؓ کے روئے مبارک پر تھوک دیا تو آپؓ نے اس کو معاف کرتے ہوئے آزاد کر دیا۔ یہودی نے آپ سے پوچھا: آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو فرمایا: پہلے میں اللہ کی رضا کے لئے تمہیں قتل کرنا چاہتا تھا لیکن اب میرے نفس کا انتقام اس میں شامل ہو گیا ہے لہذا میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے حلم اور بردباری کی وجہ سے وہ یہودی معاً مسلمان ہو گیا۔

راقم کے شیخ ثانی حضرت مولانا خلیفہ حافظ غلام رسول (خلیفہ مجاز حضرت احمد علی لاہوریؒ خلیفہ مجاز حضرت شمس الحق افغانیؒ وخلیفہ مجاز حضرت پیر غلام حسن سواگ رحمۃ اللہ علیہ) حال وارد ڈیرہ اسماعیل خان فرماتے ہیں کہ: حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ گھر سے مسجد تک جب تشریف لاتے تو راستے میں ایک ہندو بیٹھا حقہ پیتا رہتا تھا جیسے ہی آپؒ گزرتے وہ ہندو حضرتؒ کو بہت گالیاں دیتا رہتا۔ آپ کمال حلم و بردباری سے گزر جاتے تھے اسی طرح ایک طویل عرصہ گزر گیا۔ ایک دن ہندو ہاتھ جوڑ کر حضرت لاہوریؒ کے سامنے کھڑا ہو گیا معافی مانگ رہا تھا اور کہتا جاتا تھا حضرت! مجھے کلمہ شہادت پڑھاؤ میں مسلمان ہوتا ہوں اور وہ مشرف با اسلام ہو گیا۔

ماضی بعید میں خلیفہ مامون الرشیدؒ کے بردباری کے واقعات بھی بہت مشہور ہیں۔

اللہ رب العزت علیم اور حلیم ہے غنی اور حلیم ہے اس کی بردباری کی انتہا ہے کہ اعمال سیئہ کے باوجود وہ اپنے بندوں کو توبہ کی مہلت دیتا ہے۔ غیبت جھوٹ لالچ منافقت تخریب کاری زنا چوری ڈاکہ زنی ظالم و جابر رشوت خور سود خور بردہ فروش منشیات فروش اسمگلر ذخیرہ اندوز ناجائز منافع خور غربا یتامیٰ اور مساکین کا حق کھانے والے درندہ صفت انسانوں کو فی الفور مبتلائے عذاب نہیں کرتا توبہ کی مہلت دیتا ہے نہ ظالم کو زمین فوری نگل لیتی ہے اور نہ آسمان شہاب ثاقب گرا کر دھرتی کو تعفن سے پاک کرتا ہے۔ مہلت ہے سب کے لئے وقت مقررہ تک تاکہ توبہ کر لیں اور مستقبل میں عذاب الٰہی سے بچ جائیں اور تاکہ توبہ کر لیں پکی اور سچی توبہ!!

مولانا نور الحق نور کو صدمہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے رکن اور عالمی مجلس سرحد کے ناظم مولانا نور الحق نور کی صاحبزادی ہارٹ اٹیک کے دورہ سے گزشتہ روز وفات پاگئیں مرحومہ نہایت ہی پرہیزگار پابند صوم وصلوٰۃ خاتون تھیں جنازہ میں علماء کرام مذہبی وسیاسی سماجی تنظیموں کے زعماء اور مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے شرکت کی نماز جنازہ مرحومہ کے والد گرامی کی اقتداء میں ادا کی گئی اور مرحومہ کو ان کے آبائی قبرستان میں سینکڑوں سوگواروں کی موجودگی میں سپرد خاک کیا گیا۔ مرحومہ نے اپنے پسماندگان میں ایک لڑکا اور سات بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ قائدین ختم نبوت حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم حضرت مولانا سید نفیس شاہ صاحب حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری حضرت مولانا اللہ وسایا حضرت مولانا نذیر احمد تونسوی سمیت تمام کارکنان ومبلغین ختم نبوت نے حضرت مولانا نور الحق نور سے تعزیت کی ہے اور عالمی مجلس کے اکابر اور ساتھیوں اور قارئین ختم نبوت سے درخواست کی ہے کہ مرحومہ کے ایصال ثواب اور بلندی درجات کے لئے خصوصی دعائیں فرماویں۔ اللہ کریم مرحومہ کو جنت میں اعلیٰ درجات نصیب فرماویں۔ (آمین)

اسلام کے خلاف خفیہ صلیبی منصوبوں کی کہانی

ایک امریکی نو مسلمہ کی زبانی

ترجمہ: ملک احمد سرور

یہ کہانی کہ میں دین حق "اسلام" کی طرف کیسے آئی اسلام کے خلاف بنائے گئے منصوبوں کو بیان کرتی ہوں۔ میں نے خود منصوبے بنائے' جس گروپ سے میرا تعلق تھا اس نے بھی اسکیمیں تیار کیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے منصوبے بنائے...... اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر منصوبہ ساز ہے' جب میں نو عمر تھی تو میں ایک ایسے گروپ کی توجہ کا مرکز بن گئی جو انتہائی گمراہ کن ایجنڈا رکھتا تھا' حکومتی عہدوں پر کام کرنے والے افراد کی یہ ایک ڈھیلی ڈھالی ایسوی ایشن تھی جس کا ایک مخصوص ایجنڈا تھا...... کہ اسلام کو تباہ کرنا ہے۔ یہ حکومت کا تشکیل کردہ گروپ نہ تھا بلکہ امریکی حکومت میں مختلف عہدوں پر کام کرنے والے افراد نے از خود یہ ایسوی ایشن بنائی تھی اور یہ لوگ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اپنے حکومتی عہدوں کا بھرپور استعمال کرتے تھے۔

چونکہ میں خواتین کے حقوق کے لئے کام کرنے والی ایک فعال کارکن کی حیثیت سے نمایاں پوزیشن رکھتی تھی اس لئے اس گروپ کے ایک رکن نے مجھ سے رابطہ قائم کیا۔ "مشرق وسطیٰ" پر زور دیتے ہوئے اس نے پیشکش کی کہ اگر میں "بین الاقوامی تعلقات" میں تعلیم حاصل کروں تو وہ مجھے مصر کے امریکی سفارت خانے میں ملازمت کی گارنٹی دیتا ہے۔ اس کی خواہش تھی کہ مصر میں امریکی سفارت خانے میں تعیناتی کے دوران میں اپنے حکومتی عہدے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مصری خواتین سے تعلقات قائم کروں اور خواتین کے حقوق کے سلسلے میں جو تحریک پر نکال رہی ہے اس کی حوصلہ افزائی کروں' میرے خیال میں یہ ایک عظیم نظریہ اور میرے دل کی آواز تھی' میں مسلم خواتین کو ٹی وی پر دیکھ چکی تھی اور میرے علم کے مطابق معاشرے میں یہ مظلوم اور پسا ہوا طبقہ تھا' میں ان خواتین کی بیسویں صدی کے آزاد معاشرے اور روشنی کی طرف رہنمائی کرنا چاہتی تھی۔

اسی عزم وارادے کے ساتھ میں نے کالج میں داخلہ لیا اور تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔ میں نے قرآن' حدیث اور تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا' میں نے ان طریقوں کا بھی خصوصی مطالعہ کیا' جن کے مطابق ان معلومات کو اسلام کے خلاف استعمال کرنا تھا' میں نے سیکھ لیا کہ اپنے مقاصد کے لئے الفاظ کو کس طرح گھما کر کام میں لانا ہے' یہ ایک بہت ہی قیمتی ہتھیار تھا' تاہم جب میں نے مطالعہ شروع کیا تو اسلام کے پیغام نے مجھے مسحور کر دیا تھا۔ اس کے اندر فہم وفراست' دانائی اور حکمت تھی' میں نے عیسائیت کی کلاسوں میں باقاعدگی سے جانا شروع کر دیا' میں نے کلاسوں کے لئے اس پروفیسر کا انتخاب کیا' جس کی شہرت بہت اچھی تھی اور اس نے ہارورڈ یونیورسٹی سے علوم الٰہی (یعنی مذہب) میں پی ایچ ڈی کی ہوئی تھی' میں نے محسوس کیا کہ میں بہت اچھے ہاتھوں میں آ گئی ہوں مگر جو میں نے سوچا تھا ایسی کوئی بات نہ نکلی' یہ پروفیسر تو توحید پرست (موحد) عیسائی نکلا' وہ تو عقیدہ تثلیث پر یقین نہ رکھتا تھا اور نہ یسوع مسیح الوہیت کو مانتا تھا' درحقیقت وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف ایک پیغمبر تسلیم کرتا تھا۔

اپنی اس بات کو ثابت کرنے کے لئے اس نے بائبل کے یونانی' عبرانی اور آرامی ذرائع سے حوالے دیئے اور بتایا کہ کہاں کہاں تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں' جب مجھے وہ یہ سب بتا رہا تھا تو اس نے ان تاریخی واقعات کو بھی بیان کیا جو ان تبدیلیوں کو لانے اور گمراہی کا باعث بنے' جب میری یہ کلاس مکمل ہوئی تو میرا دین تباہ ہو چکا تھا' لیکن میں اسلام کو قبول کرنے کے لئے اب بھی تیار نہ تھی' گزرتے وقت کے ساتھ میں نے اپنی ذات اور مستقبل میں ذریعہ معاش کی خاطر تعلیم جاری رکھی' اس میں تین سال کا عرصہ لگا' اس دوران میں مسلمانوں سے ان کے عقائد کے بارے میں سوال پوچھتی رہی' جن افراد سے میں نے سوال پوچھے ان میں سے ایک مسلمان جو ایک جماعت کا رکن تھا' اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس بھائی نے دین میں میری دلچسپی کو محسوس کیا اور میری اسلامی تعلیم کے لئے ذاتی کوششیں کیں' دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کا بہترین اجر دے۔ (آمین)

ایک دن اس نے مجھ سے رابطہ کیا اور بتایا کہ شہر میں مسلمانوں کا ایک گروپ آیا ہے' اس کی خواہش تھی میں ان سے ملوں۔ میں ملاقات کے لئے راضی ہو گئی اور عشاء کی نماز کے بعد ان سے ملنے کے لئے گئی' مجھے ایک کمرے میں لے جایا گیا' جس میں کم از کم ۲۰ آدمی بیٹھے ہوئے تھے' ان سب نے میرے بیٹھنے کے لئے باپردہ جگہ بنائی' مجھے بڑی عمر کے ایک پاکستانی

(باقی صفحہ 22 پر)

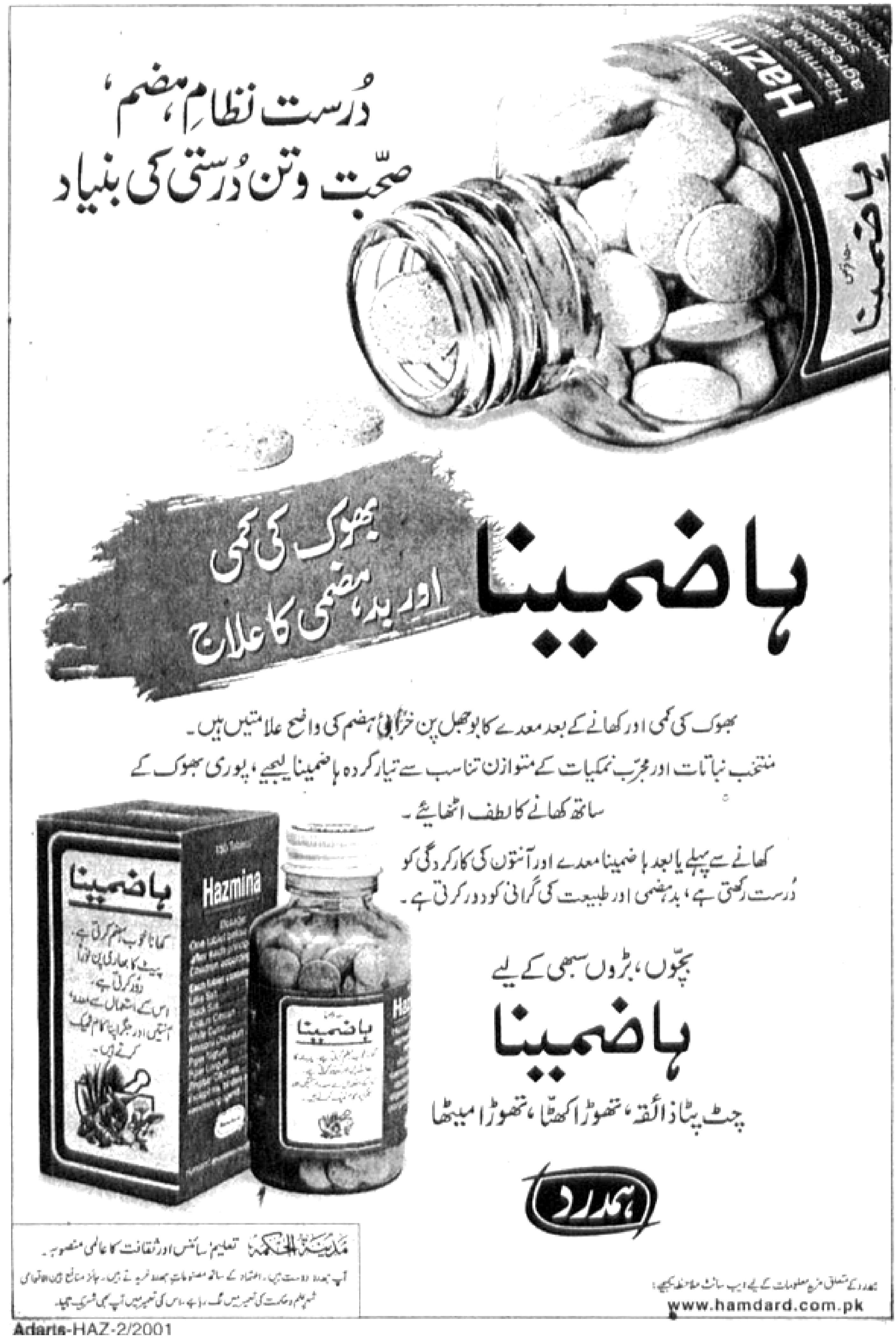
درست نظامِ ہضم،
صحت وتن درستی کی بنیاد
Hazmina
بھوک کی کمی اور بدہضمی کا علاج
ہاضمینا
بھوک کی کمی اور کھانے کے بعد معدے کا بوجھل پن خرابیٔ ہضم کی واضح علامتیں ہیں۔
منتخب نباتات اور مجرب نمکیات کے متوازن تناسب سے تیار کردہ ہاضمینا لیجیے، پوری بھوک کے ساتھ کھانے کا لطف اٹھائیے۔
کھانے سے پہلے یا بعد ہاضمینا معدے اور آنتوں کی کارکردگی کو درست رکھتی ہے، بدہضمی اور طبیعت کی گرانی کو دور کرتی ہے۔
بچوں، بڑوں سبھی کے لیے
ہاضمینا
چٹ پٹا ذائقہ، تھوڑا کھٹا، تھوڑا میٹھا
ہمدرد
مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
www.hamdard.com.pk
Adarts-HAZ-2/2001

حقوق انسانی

ڈاکٹر دین محمد فریدی

عاصمہ جہانگیر کی قادیانیت نوازی

۲۰/ جولائی ۲۰۰۱ء صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کی پریس کانفرنس میں سوال اٹھایا گیا کہ: عاصمہ جہانگیر حقوق انسانی کے نمائندہ کی حیثیت سے پاکستان کے وفد کے ساتھ بھارت گئی اور پاکستان کو بدنام کرنے کا سبب بنی۔ صدر پاکستان نے جواب دیا کہ: جو پاکستانی بیرون ملک جاکر پاکستان کے خلاف بات کرتے ہیں' ان کے بارے میں کہنا تو وہ بہت کچھ چاہتے ہیں مگر کہیں گے نہیں۔ اس کے جواب میں عاصمہ جہانگیر نے کہا کہ: انہوں نے پاکستان کے خلاف بات نہیں کی' بلکہ حکومت کے بارے میں ہندوستانی اخبارات کو بیان دیئے۔ عاصمہ جہانگیر پاکستان میں ایک بہت ہی متنازعہ شخصیت کا نام ہے' یہ حقوق انسانی کے نام پر جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ۱۹۸۵ء میں منظر عام پر آنا شروع ہوئی' عورتوں کے حقوق کے یہ نام نہاد دعویدار بنتی اقلیت کے حقوق کی چیمپئن بن گئی۔ اسلامی نظریہ حیات کی خدا واسطہ کی دشمن' مادر پدر آزاد عورت نے پاکستان میں حقوق کے نام پر اکثریت پر دھونس مسلط کرنی شروع کردی' اپنی وکالت کا ناجائز استعمال کیا' صائمہ روپڑی کیس' سمعیہ کیس' اور سلامت مسیح' رحمت مسیح کیس میں شہرت حاصل کی' اسلام اور علماء دین کے خلاف گندی زبان استعمال کی' توہین رسالت ایکٹ کے خلاف دھاچوکڑی مچائی' قادیانی اور بے دین طبقہ اسے جرأت اور بے باکی کا نام دیتے رہے اور صائمہ کیس میں اخبارات گواہ ہیں کہ مغربی لابی نے کس طرح دولت کی بارش کردی اور ادارہ دستک میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے آج کے دور میں ایک معمولی رسالہ جاری کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے اس کا رسالہ "جہد حق" مفت ہزاروں کی تعداد میں بذریعہ ڈاک موصول ہو رہا ہے' ابتدا سے انتہا تک ایک ہی بات ہے کہ پاکستان میں ہر جگہ ہر مقام پر صرف اور صرف حقوق غصب ہو رہے ہیں' ڈاکہ زنی ہے' قتل و غارتگری ہے' ملائیت ہے' طالبان ہیں' اقلیت پر ظلم ہے' بچاؤ بچاؤ کہیں بھی پاکستان میں خیر کی خبر نہیں' ایک ڈرامہ ہے جو بنایا جارہا ہے یہ ہی ذہن لے کر یہ صدر پاکستان دورۂ آگرہ میں انڈیا گئے اور وہاں وہی کچھ سامنے آیا جو اس کے اندر بغض تھا' کیوں تھا؟ عاصمہ جہانگیر اس لابی سے تعلق رکھتی ہے جس کا الہامی عقیدہ ہے کہ اول تو یہ ملک بنے گا نہیں اگر بنا تو ہم کوشش کریں گے کہ اکھنڈ بھارت بن جائے' اس ہی لابی نے باؤنڈری کمیشن میں ضلع گورداسپور کی آبادی میں اپنے کو مسلمانوں سے علیحدہ پیش کیا جن کی وجہ سے ضلع میں تناسب آبادی کم گئی اور ضلع گورداسپور' فیروز پور انڈیا کو مل گیا اور کشمیر کا مسئلہ پیدا کیا' اس ہی لابی کا حیدرآباد دکن کی مسلح افواج کا کمانڈر تھا جس نے باہر کے اشارہ پر ہتھیار ڈال دیئے اور حیدرآباد پر ہندوستان کا قبضہ ہوگیا' اسی لابی کی ترجمانی کرتے ہوئے عاصمہ جہانگیر نے "ہندوستان ٹائمز" کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ پاکستانی عوام کو تنازعہ کشمیر سے غیر معمولی ذہنی وابستگی نہیں عاصمہ جہانگیر صرف اور صرف قادیانی لابی کو پاکستانی عوام سمجھتی ہے کیونکہ مسئلہ کشمیر اسی لابی کا پیدا کردہ ہے اور یہ ہی لابی اس کے حل کے حق میں نہیں ہے' دورۂ ہندوستان میں دو ڈھائی دن تک معاملہ بہت اچھے انداز سے جاری تھا قریب تھا کہ پاک بھارت تنازعہ کا کوئی مشترکہ حل نکل آئے عاصمہ جہانگیر جیسی لابی ہندوستان اور پاکستان میں خفیہ طور پر کام کررہی ہے' اسی خفیہ ہاتھ کی وجہ سے آخری مشترکہ بیان جاری نہ ہوسکا

عاصمہ جہانگیر جس کی پاکستان میں حیثیت بھی متنازعہ ہے یہ کوئی مقتدر شخصیت بھی نہیں اس کا رویہ ضرور قابل گرفت ہے۔ دنیا بھر میں جہاں مسئلہ کشمیر اچھے انداز میں اجاگر ہو رہا تھا وہاں اس ملک دشمن عورت کے چہرے کی نقاب کشائی کی عوام میں یہ چہ میگوئیاں ہیں کہ جنرل پرویز مشرف نے حالات سے آگاہ ہونے کے باوجود عاصمہ جہانگیر کی گرفت کیوں نہیں کی؟ میرے خیال کے مطابق جنرل صاحب کا طریقہ بالکل صحیح ہے اس ملک دشمن اور اسلام دشمن عورت کی گرفت محب وطن پاکستانیوں کا کام ہے۔ اس حقوق انسانی کی نام نہاد چیمپئن کے کردار کو بالکل واضح کرنا صحافتی ذمہ داری ہے اس کو بہت چھوٹ دی گئی ہے اس سے بڑھ کر اگر ڈھیل دی گئی تو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔

☆☆.........☆☆

مولانا محمد سلمان منصورپوری

ذمہ داریاں پھولوں کی سیج نہیں!

عہدہ، کرسی اور منصب دور سے دیکھنے میں بڑے خوشنما معلوم ہوتے ہیں اور لوگ ان کے حصول میں جنون کی حد تک سرگرداں نظر آتے ہیں، مگر یہ ذمہ داریاں درحقیقت پھولوں کی سیج نہیں بلکہ ''کانٹوں کا تاج'' کہلائے جانے کے لائق ہیں، محض اللہ رب العزت کی خاص توفیق ہی سے انسان ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوسکتا ہے۔ اسی لئے عہدہ کی طلب شریعت میں کوئی پسندیدہ چیز نہیں بلکہ جہاں تک ہوسکے اپنے کو ذمہ داری سے بچانے کی تلقین کی گئی ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے:

مفہوم: ''امارت (عہدہ) کو طلب مت کرو اس لئے کہ اگر وہ تمہیں مانگنے پر دیا جائے تو اسے تمہارے حوالہ کردیا جائے گا اور اگر بلا طلب مل جائے تو تمہاری (منجانب خدا) مدد کی جائے گی۔'' (مسلم شریف)

جو شخص عہدہ کا حریص رہتا ہے اور عہدے تک پہنچنے کے لئے ذرائع اور سفارشی تلاش کرتا ہے جیسا کہ آج کل ہمارے یہاں قومی یا جماعتی انتخابات اور الیکشنوں میں دیکھنے میں آتا ہے کہ امیدوار خود اپنی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملاتا ہے اور اس کی ہدایت پر اس کے لئے کنویسنگ کرتے نظر آتے ہیں تو ایسا حریص شخص اللہ کی مدد سے محروم رہتا ہے اور اس کے برخلاف جسے طبعی رجحان کے بغیر منصب قبول کرنے پر مجبور کردیا جائے یا حالات ایسے بن جائیں کہ قبول کئے بغیر چارہ نہ رہے تو پھر اس کی عاجزی اور کمزوری کو دیکھتے ہوئے پروردگار عالم اسے اپنی خاص مدد سے نوازتا ہے۔

اس لئے دانشمندی کا تقاضا اولاً یہ ہے کہ حتی الامکان دل کو عہدہ کی طلب کے جذبہ سے محفوظ رکھا جائے اور اگر بالفرض عہدہ خواہی نخواہی سر پر آ ہی جائے تو پھر عہدہ کی لاج رکھنا بھی ضروری ہے یعنی پھر ذمہ داری کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس عظیم امانت کی کامل ادائیگی کی کوشش کرے اور ذمہ داری کو نبھانے میں ایسا کردار پیش کرے کہ وہ عہدہ اس کے لئے دنیا و آخرت میں زحمت اور وبال نہ ہو بلکہ عین رحمت بن جائے، کیونکہ اگر اس کا خیال نہ رکھا جائے تو پھر یہی خوشنما عہدہ اس کے گلے کا ذلت آمیز طوق بن جائے گا۔

ابتداء میں جب کوئی منصب پر فائز ہوتا ہے تو کچھ لوگ اس پر خواہ مخواہ لعن طعن کرتے ہیں، طرح طرح کے فقرے اور تبصرے سننے کو ملتے ہیں اور ذرا ذرا سی باتوں پر لوگ روٹھ کے بیٹھ جاتے ہیں۔ الغرض جتنے منہ اتنی باتیں اور جب یہ صورت حال زیادہ ہوتی ہے اور بسا اوقات ذمہ دار کے مخلصانہ اور منصفانہ فیصلوں پر بھی انگلیاں اٹھائی جانے لگتی ہیں تو یہی عہدیدار اپنے عہدہ سے دل برداشتہ ہوکر ندامت اور شرمندگی میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ خواہ مخواہ اس مصیبت سے دوچار ہوگیا اور پھر تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ اگر وہ انصاف سے کام نہ لے تو پھر آخرت کی سخت گرفت سے بھی بچ نہیں سکتا تو گویا عہدہ کیا ہوا دنیا اور آخرت میں وبال جان بن گیا۔

مذکورہ حدیث یہ بتاتی ہے کہ عہدہ خواہ کوئی ہو دنیا میں اس کے ساتھ ملامت اور ندامت بہرحال لازم ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ انتظامیہ کتنا ہی اچھا کام کرلے اس کو تنقید کا نشانہ ضرور بنایا جاتا ہے۔ نیز کتنا ہی اچھا حکمراں کیوں نہ ہو اسے کبھی کبھی حالات سے مجبور ہوکر ندامت ضرور اٹھانی پڑتی ہے۔ سیدنا حضرت عمر فاروق ؓ سے بڑھ کر عادل اور متقی حکمراں کون ہوگا مگر وہ بھی کبھی کبھی زمین پر پڑے ہوئے تنکے کو اٹھا کر فرماتے کہ: ''کاش! عمر بھی یہی تنکا ہوتا، اس کی ماں نے اسے جنا ہی نہ ہوتا۔''

اس لئے عہدہ کے ساتھ ملامت اور ندامت نہ ہو یہ بہت مشکل ہے۔ اب رہ گئی بات آخرت کی عذاب کی تو یہ حاکم کے اپنے کردار پر منحصر ہے، اگر وہ عدل وانصاف سے کام لے اور احقاق حق اور ابطال باطل کو پیش نظر رکھے اور قدم قدم پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور اپنے آپ کو تہمت کی جگہوں سے بچانے کا اہتمام کرے تو امید ہے کہ وہ آخرت میں نہ صرف یہ کہ اپنی عزت وآبرو بچالے جائے گا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق:

''وہ ان خوش نصیبوں میں شامل ہوگا جو میدان محشر میں اعزاز واکرام کے ساتھ عرش خداوندی کے سایہ میں ہوں گے۔'' (مسلم شریف)

اللہ تعالیٰ امت کے سبھی حکمرانوں

عہدیداروں اور ذمہ داروں کو ایسے کردار کی توفیق مرحمت فرمائے جس سے وہ مذکورہ بشارت کے مستحق قرار پاسکیں۔ (آمین)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فکر انگیز سوال کرکے مضمون ختم کردیا کہ: "کیف یعدل مع قرابتہ" (یعنی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ آدمی کیسے عدل وانصاف کرسکتا ہے؟)

بات اصل میں یہ ہے کہ جب آدمی کسی حکومت' ادارہ یا جماعت میں عہدیدار بن جاتا ہے تو فطری اور طبعی طور سے اپنے اعزا واقارب کو بھی عہدے سے استفادہ کے مواقع فراہم کرتا ہے اور پھر اپنے طبعی جذبات سے مغلوب ہوکر ان رشتہ داروں کی کوتاہیوں پر وہ ویسی گرفت نہیں کرتا جیسی غیروں کی کرتا ہے یا نااہلی کے باوجود اپنے عزیزوں کو دوسرے پر فوقیت دیتا ہے' بس اسی امتیاز سے بات بگڑ جاتی ہے اور سارا عدل و انصاف خاک میں مل جاتا ہے' اس طرح کہ اقربا پروری حکومتوں اور اداروں کے لئے بدترین مصیبت ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بامعنی سوال کرکے امت کے بھی حاکموں کو محتاط رہنے پر متنبہ فرمایا ہے۔

حدیث کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اہلیت کے باوجود اپنے عزیزوں سے کوئی کام نہ لیا جائے' اور انہیں کوئی ذمہ داری نہ دی جائے یا ان کو کار حکومت سے بالکل دور رکھا جائے' یہ بات عقل ونقل دونوں کے خلاف ہے' عقلاً اس لئے کہ انسان اپنے عزیزوں سے جس اعتماد اور قوت سے کام لے سکتا ہے بسا اوقات دوسروں سے اس طرح کام نکالنا مشکل ہوتا ہے اور نقلاً اس لئے کہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے معاملات میں اپنے قریب ترین عزیز سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ذمہ دارانہ حیثیت سے کام لیا اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کمال عدل وتقویٰ کے باوجود عمل حکومت میں اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کام لیا تو معلوم ہوا کہ عزیزوں سے تعاون لینا گناہ نہیں بلکہ اصل خرابی یہ ہے کہ نااہلیت کے باوجود انہیں ترجیح دی جائے اور ان کو اصول سے بالاتر سمجھا جائے۔ لہٰذا اگر ان سے کام لینے کی ضرورت ہو تو اہلیت بنیادی طور پر ملحوظ رکھی جائے اور اصولی اعتبار سے ان پر برابر درجہ کی گرفت کی جائے اور غلطیوں پر ان کی سرزنش میں کسی قسم کی رو رعایت نہ رکھی جائے اور قانون کی کارروائی میں قرابت کو رکاوٹ نہ بنایا جائے۔ ایک مرتبہ قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت چوری میں پکڑی گئی' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سزا میں اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم جاری فرمایا تو عورت کے رشتہ داروں میں کھلبلی مچ گئی اور انہوں نے مشورہ کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ خادم حضرت زید رضی اللہ عنہ کو عورت کی سفارش کرنے پر آمادہ کرلیا' چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ سفارش کے لئے حاضر ہوئے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مفہوم: "اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ بھی (بالفرض) چوری کرلے تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ ڈالوں گا۔" (مسلم شریف)

بالکل یہی جذبہ ایک حکومت اور ادارہ کے حاکم کا بھی ہونا چاہئے کہ وہ قانون کی بالادستی میں کوئی بھید بھاؤ نہ کرے اصول میں سب کے ساتھ برابری سے کام لے اور کسی شخص کے دباؤ میں رہ کر کام نہ کرے بلکہ اصول اور ضوابط کی پابندی ہی کو اولیت دے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عہدہ اور ذمہ داری بڑے خطرہ کی چیز ہے جو اس میں مبتلا کردیا جائے اسے بہت پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہئے' مناسب ہے کہ خاص طور پر درج ذیل امور کا خیال رکھا جائے:

☆...... اپنے ماتحتوں کے ساتھ ان کے مقام اور مرتبہ کے مطابق معاملہ کریں۔

☆...... مالی معاملات میں مکمل احتیاط کا پہلو اختیار کریں اور اس سلسلہ میں کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع نہ دیں' کیونکہ بددیانتی سے بڑھ کر کوئی رسوائی کی چیز نہیں۔

☆...... اہم معاملات میں اپنے معتمد ساتھیوں سے مشورہ ضرور لیں۔

☆...... قانون کے نفاذ میں اپنے پرائے میں امتیاز نہ کریں' بالخصوص اخلاقی اور بددیانتی کے معاملہ میں کوئی چشم پوشی نہ کریں۔

☆...... ناگوار باتوں پر تحمل مزاجی اور بردباری کا مظاہرہ کریں۔

☆...... ماتحت اگر کسی کوتاہی پر معافی کے طالب ہوں تو عفو ودرگزر سے کام لیں۔

☆...... ادارہ اور حکومت کے مفاد کے خلاف کسی بھی فرد کی ہرگز طرف داری نہ کریں۔

☆...... اگر ماتحتوں میں کوئی اختلاف ہو تو اپنے کو حتی الامکان غیر جانبدار رکھیں۔

☆...... ذاتی رنجش کی بنا پر کسی سے انتقام نہ لیں۔

☆...... محض اختلاف رائے کی وجہ سے کسی کو اپنا مخالف نہ سمجھیں۔

☆...... ہروقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے خیر وصلاح کے لئے دل سے دعا کرتے رہیں اور دعائے نیم شبی میسر آجائے پھر تو کہنا ہی کیا ہے؟

امید ہے کہ ان نکات کا خیال کرنے والا ذمہ دار دنیا اور آخرت دونوں جگہ عافیت سے رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی خاص مدد اس کے شامل حال ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے توفیق ارزانی فرمائے۔ (آمین)

تحریر: محمد احمد

باغ والے

اللہ رب العزت نی انسان کو بیشمار نعمتوں سی نوازا ھی۔ انسان کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاھئی لیکن جب وہ اس کی خلاف کرتا ھی تکبر اور غرور کرنی لگتا ھی تو اللہ تعالیٰ اسی ناشکری کی سزا دیتا ھی اور اپنی عطا کردہ نعمتوں سی انہیں محروم کر دیتا ھی۔ ایک فکر انگیز تحریر ملاحظہ فرمائیں

صبح ہوئی اور نرم و نازک نسیم کے خوشگوار جھونکے چلنے لگے۔ بوڑھا (علامہ ابن کثیرؒ نے بیان کیا کہ سورۂ قلم میں جس شیخ کا ذکر آیا ہے یہ بنی اسرائیل میں سے تھے) آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا اور ہانپتا ہوا چلا۔ سن و سال نے اس کی پیٹھ دہری کر دی تھی۔ صبح و شام کی گردشوں سے کمر جھک گئی تھی۔ اس کے باوجود وہ بڑھتا ہوا سورج کے افق پر ابھرنے سے پہلے اپنے باغ کے دروازے پر جا پہنچا۔ جو مقام ضروان (یمن کے ایک گاؤں کا نام ہے) میں واقع تھا۔ شیخ کا یہ باغ سرسبز و شاداب اور پھلوں پھولوں سے خوب لدا ہوا تھا۔ اس کی روشوں میں شیریں پانی بہتا رہتا تھا۔ نسیم سحر اس کی جھاڑیوں میں نمی پہنچاتی اور بہار اس کے صحن میں اپنا قیمتی فرش بچھاتی۔ کلیاں اور پھول نچھاور کرتی۔ درخت اور پودے پھل اور سبزیاں مہیا کرتے۔ غرض باغ کی تازگی اور شادابی نگاہوں کو طراوت اور دماغ کو فرحت بخشتی۔ لوگ یہاں سیر و تفریح کے لئے جمع ہوتے۔ اس کے درختوں کے سائے میں اکٹھا ہو کر طرح طرح کی دلچسپی کی باتیں کرتے اور ہنسی دل لگی میں اپنا وقت گزارتے۔

شیخ باغ کے گوشوں میں ٹہلتا اور اس کے فرشوں اور روشوں کے درمیان سیر کرتا رہا۔ پھولوں کی خوشبو اس کے دماغ میں پہنچی اور نگاہیں نیچے لٹکتے ہوئے پھلوں کو دیکھ کر سیر ہوئیں۔ پرندوں کے چہچہے اور بلبلوں کے زمزمے کانوں میں گونجے ان چیزوں سے لطف اٹھا کر اپنی عبادت گاہ میں داخل ہوا اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ میں گر گیا۔ اور دعا کی کہ وہ اسے تونگری کی سرکشی سے بچائے اور دنیا کے فتنے اور شیطان کے وسوسے دور رکھے۔

صبح کے وقت روزانہ شیخ کا یہی معمول تھا۔ اسی عالم میں دن رات اور صبح و شام گزرتے رہے۔ یہاں تک کہ باغ کی پیداوار کاٹنے اور پھل توڑنے کا وقت آتا' اور شیخ مالی اور اس کے مددگاروں کو بلاتا اور ہنسنے اور درانتی سے کام لیتے اور پھل توڑتے۔ اس کے بعد اس کے پاس فقراء کی جماعتیں آ پہنچتیں جنہیں اس نے ہر سال اس بات کا عادی بنا دیا تھا' وہ انہیں جی بھر کے کھانے کو دیتا' کوئی غلہ کے ناپ سے اس کا دیا ہوا برتن بھر لیتا' تو کوئی اپنے کپڑوں میں رکھ کر لے جاتا' اس کے بعد جو چیزیں درانتی سے بچی رہ جاتیں' اور جو درختوں کے درمیان پھیلی پڑی ہوتیں' وہ بھی ان کا حصہ ہوتیں' ان کا لینا ان کے لئے بالکل حلال تھا۔

شیخ کے بیٹے ان حالات پر صبر نہ کر سکے' ان میں اتنی تاب اور برداشت کہاں تھی کہ وہ باپ کا مال فقیروں اور مفلسوں میں تقسیم ہوتا دیکھیں اور اس کے باغ کو مسکینوں کے لئے وقف رہنے دیں۔ انہیں یہ کیوں کر گوارا ہو سکتا تھا کہ وہ اور محنت کش مزدور اور سائل برابر ہو جائیں' بلکہ یہ لوگ خود ان سے بڑھ کر باغ سے فائدہ اٹھائیں۔

ان میں سے ایک نے کہا:

''ابا جان! آپ جو کچھ فقراء پر خرچ کرتے اور انہیں دیتے ہیں یا جتنا مال عطا و بخشش کے طور پر مخصوص کر دیتے ہیں' اتنا ہی ہمارے حق میں سے کم کر دیتے ہیں اور ہماری روزی میں تنگی پیدا کر دیتے ہیں۔''

دوسرے بیٹے نے کہا:

''ابا جان! اگر آپ نے اپنا یہی طریقہ جاری رکھا تو آپ عنقریب مال و جائیداد سب کچھ ختم کر بیٹھیں گے۔ ہمارے لئے نہ مویشی چھوڑیں گے نہ پھل پھول' پھر آپ کے بعد ہم لوگ فقیر اور بھکاری

بن کر رہ جائیں گے۔"

اس کے بعد تیسرے نے بھی کچھ کہنے کا ارادہ کیا' تو باپ نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور سب کی طرف نگاہ کر کے کہا:

"میں تم لوگوں کو اس وہم اور قیاس میں غلطی پر دیکھ رہا ہوں۔ یہ مال کیا ہے جس کی نسبت تم فیصلے کے خواہاں ہو اور اسے اپنے لئے مخصوص کر لینا چاہتے ہو؟ یہ مال نہ میرا ہے نہ تمہارا۔ یہ نہ میرے قابو میں ہے نہ تمہارے۔ یہ تو اللہ کا مال ہے اس نے اس پر مجھے مختار اور امانتدار بنایا ہے۔ میرا فرض ہے کہ میں اسے اس کی مخلوق کے بہترین اور مفید ترین مصرف میں خرچ کروں۔ اس میں فقراء و مساکین کا حق ہے۔ مسافروں اور گوشہ نشینوں کا حق ہے۔ اسی طرح اس میں پرندوں اور جانوروں کی غذا بھی ہے۔ اس کے بعد جو کچھ بچ جائے وہ میرے اور تمہارے لئے ہے۔ یہی میں نے کیا ہے۔ فقیروں کو اس میں سے حصہ پانے کا عادی بنایا ہے اور اس کے متعلق خدا کا حکم جاری کیا ہے۔ اس طریقے سے مال بڑھتا ہے اور اس قسم کے اخراجات مال میں اضافے اور برکت کا باعث ہوتے ہیں۔ یہی وہ طریقہ ہے جس پر میں نے نوجوانی اور ادھیڑ عمر میں نشوونما پایا' اور اسے اپنے لئے لازم قرار دیا ہے۔ اب میں بوڑھا ہو کر اور مرنے کے قریب پہنچ کر اس طریقے کو کس طرح چھوڑ دوں؟ ذرا صبر سے کام لو اور ٹھہرو' تم دیکھ رہے ہو کہ میرے بال سفید ہیں اور جسم لاغر ہو گیا ہے' کمر جھک گئی ہے' طرح طرح کی کے امراض میرے بدن میں راہ پا چکے ہیں' تھوڑے ہی دنوں کی بات ہے' اللہ سے جا ملوں گا اور تم ہی اس باغ' مال اور مویشیوں اور بکریوں کے وارث ہو گے۔ اس وقت یہ دونوں راستے تمہارے سامنے ہوں گے' خرچ کرو گے تو اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے والوں سے اس کا بدل عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے' کنجوسی کرو گے تو یہ سمجھ لو کہ بخیل کو اللہ نے مال کے تلف ہو جانے کی دھمکی دی ہے۔ تم لوگوں کے بارے میں اس کا حکم مقرر ہے' جسے وہ پورا کرنے والا ہے۔"

شیخ کو زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ بیماری اور امراض میں دائمی طور پر مبتلا رہنے لگے۔ حتیٰ کہ ایک دن اپنی مہلت کار اور زندگی کو ختم کر کے دنیوی کاروبار اور لوگوں کے معاملات سے فراغت حاصل کی۔

زمانہ جلدی جلدی گزرتا گیا۔ باغ کی فصل تیار ہوگئی پھلوں کے توڑنے کا زمانہ آپہنچا اور فقراء نے ہر سال کے طریقے کے مطابق اپنے حصہ پر نگاہیں جمادیں۔

شیخ کے بیٹے صلاح و مشورہ کرنے کے لئے جمع ہوئے اور فصل کاٹنے کی تیاری کرنے لگے۔

ان میں سے ایک نے کہا:

"آج سے باغ میں کسی سائل یا فقیر کا کوئی حق نہ ہوگا۔ اب باغ کے گنجان درخت سائلوں یا مسافروں کے لئے جائے پناہ نہیں رہیں گے' ہر ایک کا اپنا حصہ ہے' وہ جب چاہے اسے بڑھا سکتا ہے اور اس میں سے جتنا چاہے ذخیرہ کر سکتا ہے' اگر ہم اس طریقہ پر عمل کریں گے تو ہماری شان بلند ہو جائے گی اور دولت بڑھے گی۔"

ان میں سے نسبتاً اچھے بھائی نے جو طبیعت و جبلت میں باپ سے ملتا جلتا تھا اور نیکی اور بھلائی میں باپ کے قریب تر تھا' کہا:

"تم ایسی بات پیش کر رہے ہو جسے اپنے لئے بہتر سمجھتے ہو' لیکن اس کی گہرائیوں میں شر پوشیدہ ہے۔ تم اسے اپنے لئے مفید خیال کرتے ہو' لیکن یہ چیز تمہارے باغ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے گی۔ اگر تم فقراء کو محروم کر دو گے' اور مساکین کا حق ضائع کر دو گے تو ان کے شر اور زیادتی سے امن میں نہ رہ سکو گے اس کا بڑا اندیشہ ہے کہ تمہارے ایسا کرنے پر یہ لوگ شور برپا کر دیں۔ اس لئے انہیں ان کا حق دو اور انہیں خوش کرنے کے لئے اپنے باپ کے طریقے پر چلو' ان کو دینے کے بعد اللہ تعالیٰ باقی مال میں برکت دے گا اور اس کو ترقی دے گا۔"

مگر دوسرے بھائی کہاں ماننے والے تھے' اس کے منہ پر چیخ کر بولے

"جس بات پر تمہیں اختیار نہیں اس کے متعلق کوئی نصیحت نہ کرو۔ اپنا وعظ اپنے پاس رہنے دو' اور کہے جاؤ گے تو ہم اپنے کان بند کر لیں گے۔"

اس بھائی نے کہا:

"جب تم نے یہی مناسب سمجھا ہے کہ میری بات نہ سنو اور میری نصیحت سے منہ موڑ لو تو تمہارا فرض ہے کہ نماز پڑھو کیونکہ نماز گناہ اور بے حیائی کی باتوں سے روکتی ہے' ممکن ہے وہ تمہیں حق کی طرف لوٹائے اور تمہارے دلوں کو فقراء کی جانب مائل کر دے۔"

مگر بھائیوں نے ایک نہ سنی اور کوئی بات قبول نہ کی۔

رات کو ان لوگوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ آغاز صبح کو پو پھٹنے سے پہلے جب فقراء اپنے بستروں کو بھی نہ چھوڑیں گے' یہ اپنے کام پر روانہ ہو جائیں گے اور باغ پہنچ کر اس کے پھل توڑ لیں گے' پھر اپنا اپنا حصہ تقسیم کر لیں گے۔ انہوں نے قسم کھائی کہ ان پھلوں کو صبح کو چل کر ضرور توڑ لیں گے۔ انہیں اس پر اتنا یقین تھا کہ انہوں نے انشاء اللہ تک نہ کہا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی نیت کی خرابی اور مسکینوں اور سائلوں کو محروم رکھنے کا حال جان لیا اور ان کے

باغ پر ایک بلا بھیجی جس نے وہاں کی پیداوار اکھاڑ کر رکھ دی' اس کے پھل گرادیئے اور پتے اور شاخیں خشک کرڈالیں۔ اب جو دن نکلا تو وہ باغ کی فصلوں پر حسرت سے کھڑے یہ منظر دیکھنے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے

"کیا یہی ہمارا باغ ہے؟ ہم نے تو کل اسے ہرا بھرا چھوڑا تھا' اس میں پانی بہہ رہا تھا' پھول مہک رہے تھے اور پھل پکنے کے قریب تھے' ہمیں تو یقین نہیں آتا کہ یہ ہمارا ہی باغ ہو' معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھٹک گئے ہیں۔"

ان میں سے اچھے بھائی نے کہا

"نہیں! بلکہ یہ تمہارا باغ ہے' جس سے تم فقیروں کے محروم کئے جانے سے پہلے محروم کردیئے گئے اور تمہیں وہ سزا دی گئی جو بدترین حریص اور بخیل کو دی جاتی ہے۔"

ان میں جو کسی قدر اچھا تھا وہ کہنے لگا کہ کیوں میں نے تم سے کہا نہ تھا' اب توبہ و تسبیح کیوں نہیں کرتے' تو سب توبہ کے طور پر کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار پاک ہے' بیشک ہم قصوروار ہیں' پھر ایک دوسرے کو مخاطب کر کے باہم الزام دینے لگے پھر سب متفق ہو کر کہنے لگے کہ بے شک ہم حد سے نکلنے والے تھے (سب مل کر توبہ کرلو) شاید توبہ کی برکت سے ہمارا پروردگار ہم کو اس سے اچھا باغ اس کے بدلے میں دے دے۔ اب ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

لیکن تقدیر الٰہی پوری ہوچکی تھی' افسوس باقی رہ گیا تھا اور انہیں اپنے مکروکید کی سزا ملنی ضرور تھی۔

"اسی طرح عذاب ہوا کرتا ہے اور بے شک آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ کاش! کہ وہ اس بات کو جانتے ہوتے۔"

بقیہ: صلیبی منصوبے

کے سامنے بیٹھنے کے لئے باپردہ جگہ دی گئی' یہ بھائی عیسائی مذہب کے بارے میں علم کا سمندر تھے میں اور وہ بائبل اور قرآن کے مختلف حصوں پر صبح تک بحث کرتے رہے' اس نے عیسائیت کے بارے میں مجھے جو باتیں بتائیں دوران تعلیم میں وہ جان چکی تھی مگر اس دانا آدمی نے مجھ سے وہ بات کہی جو کسی دوسرے مسلمان نے نہ کہی تھی۔ اس نے مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ گزشتہ تین سال سے میں اسلام پر تحقیق و جستجو کررہی تھی مگر کسی نے مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت نہ دی تھی' مجھے پڑھایا گیا' دلائل دیئے گئے اور بعض مواقع پر میری تذلیل بھی کی گئی مگر کسی نے اسلام قبول کرنے کی دعوت نہ دی۔ اللہ ہم سب کی رہنمائی فرمائے جب اس نے مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو مجھے ایک جھٹکا سا لگا' میں نے محسوس کیا کہ یہی صحیح وقت ہے' میں جانتی تھی کہ یہی سچ ہے اور جلد فیصلہ کرلینا چاہئے۔ الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے میرا ذہن کھول دیا اور میں نے کہا: "ہاں میں اسلام قبول کرنا چاہتی ہوں" اس کے ساتھ ہی اس نے عربی میں مجھے کلمہ شہادت پڑھایا اور انگریزی میں اس کے معنی بھی بتائے۔ اللہ کی قسم جب میں نے کلمہ شہادت پڑھا تو میں نے اپنی ذات میں عجیب ترین احساس کو پایا۔ میں نے محسوس کیا کہ جیسے میرے سینے سے بہت بڑا بوجھ اتار دیا گیا ہے۔ میں نے ایسے سانس لیا جیسے اپنی زندگی میں پہلی بار سانس لیا ہو۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ایک نئی زندگی دی' ایک صاف ستھری تختی کی طرح اور جنت میں جانے کا سنہری موقع عنایت کیا' میں نے دعا کی کہ اے میرے اللہ میری زندگی کے بقیہ ایام تیرے احکام کے مطابق گزاروں اور میری موت مسلمان کی موت کے طور پر ہو۔

(آمین)

○○

داخلہ جاری ہے
جو جاں مانگو تو جاں دیں گے جو مال مانگو تو مال دیں گے
مگر یہ ہم سے نہ ہوسکے گا نبی کا جاہ و جلال دے دیں
ختم نبوت کالج آف کمپیوٹر سائنسز
لکڑ منڈی سرگودھا
فیس اس قدر کم کہ نہ ہونے کے برابر' پاکیزہ ماحول' عریانی' فحاشی' بے حیائی اور دیگر کفریہ عقائد سے محفوظ
CCA, COM, DOM, DCA, DCG کورسز شروع ہیں
دیگر حسب خواہش: 710474
برائے رابطہ: حافظ محمد اکرم طوفانی (پرنسپل آف کالج)

بچوں کی تربیت

علم النفس کے ماہرین انسان کی شروع کی عمر کو جو اس کے بچپنے اور ابتدائی شباب کی ہوتی ہے طفولیت اور مراہقت دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں' عمر کا یہ حصہ ہر انسان کی عمر کا بنیادی حصہ ہے اس میں تربیت اور اثرات قبول کرنے کا نتیجہ گہرا اور دوررس ہوتا ہے' یہی وہ زمانہ ہے جب انسان کے مزاج و بنیادی رجحان کی تشکیل ہوتی ہے جو فطری صلاحیت میں اضافہ یا اس کی تنظیم و تہذیب کا کام کرتی ہے اور آئندہ کی عمر کے مزاج و رخ کو متعین کرنے میں اس کا بنیادی حصہ ہوتا ہے۔

طفولیت ۱۲ سال تک اور مراہقت اس کے بعد آغاز جوانی تک شمار کی جاتی ہے۔ طفولیت کو بھی دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک تو چھ سال تک اور دوسرا اس کے بعد بقیہ ۶ سال۔

بچہ کے اول چھ سال:

بچہ کے اول چھ سال وہ مدت ہے جو وہ گھر کے اندر اور ماں باپ کے ساتھ گزارتے ہیں اور مدرسہ و تعلیم گاہ میں جانے سے قبل کا دور ہوتا ہے اس پر بچہ پر اثر ڈالنے اور اس کا ذہن بنانے والی ساری باتیں اپنے والدین اور گھر سے تعلق رکھتی ہیں اس مرحلہ میں تقریباً ۴ سال تک تو بچہ کی وابستگی اپنے ماں باپ سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ وہ ہر چیز کو اپنی ماں کے توسط سے یا تعلق سے جانتا اور سمجھتا ہے' ماں کے ساتھ باپ کا اثر بھی اچھا خاصا پڑتا ہے بچہ میں اتنی سمجھ نہیں ہوتی کہ وہ اپنے مشاہدات سے بڑے نتائج نکالے اور معاملات کا تجزیہ کرکے بات کو سمجھے وہ اپنے مشاہدات کو ہی اصل حقائق سمجھتا ہے اور دنیا کے متعلق اس کی رائے انہی مشاہدات پر مبنی ہوتی ہے وہ اپنی ماں اور باپ کو دنیا کا سب سے طاقت ور اور مدد و حفاظت کا مرکز سمجھتا ہے۔

بچہ کا استفساری ذہن:

لیکن تین چار سال کی عمر میں جب وہ اپنے پڑوس کے ہم عمروں سے ملنے جلنے کی منزل پر پہنچتا ہے یا اس کے گھر میں دوسرے ہم عمر بچے یا دیگر لوگ آتے ہیں اور اس کے سامنے یہ احساسات بھی آتے ہیں کہ دوسرے بچوں کے ماں باپ بھی ان بچوں کی نظر میں یہی حیثیت رکھتے ہیں یا دوسرے بچوں کے مشاہدات و تجربات سے اس کی واقفیت ہوتی ہے اور یا خود اس کے مشاہدات میں تضاد و اختلاف پیدا ہوتا ہے تو اس کے چھوٹے سے ذہن میں سادہ سادہ سوالات اٹھتے ہیں کہ ایسا کیوں ہے؟ ایسے موقع پر اپنے ماں باپ سے یا ان بڑوں سے جو اس کے دائرہ ربط و تعلق میں ہوتے ہیں سوالات کرتا ہے اور قابل وضاحت امور کی وضاحت چاہتا ہے اور اس کا موقع نہ ہونے یا تشفی جواب نہ ملنے پر وہ خود حل نکالنے کی فکر اپنی محدود عقل و سمجھ کے مطابق کرتا ہے۔ اس موقع پر اس کو تشفی بخش اور مناسب جواب دینا بڑوں کی بڑی ذمہ داری ہے۔

اور ایسے حالات میں ان کے سوالات کا اچھا اور مفید جواب ان کی تربیت کے لئے بہت دوررس اور گہرا اثر ڈالتا ہے' ماں باپ کے لئے یہ بہترین موقع ہوتا ہے کہ ان کے ذہن کی صحیح تشکیل کریں اور صحیح اور مفید راستے پر ڈالنا شروع کریں۔

اگرچہ ماں باپ جو خود تصور و اعتقاد رکھتے ہیں اور خالق کائنات کے سلسلے میں اور اس دنیاوی زندگی کے اصول و اقدار کے بارے میں خود ان کا جو نقطہ نظر ہوتا ہے وہ بچہ کی ان سے وابستگی کے باعث اس کے ذہن میں بڑی حد تک محسوس و غیر محسوس طریقہ سے منتقل ہوتا رہتا ہے۔ ان کی ذاتی زندگی' مسجد یا کسی دوسرے ماحول سے ان کا ربط اور وہاں سے تعلق سے ان کا عمل اور طور و طریقہ یہ سب ان کے بچہ کے مشاہدہ میں آتا ہے اور وہ اپنی محدود عقل کے مطابق اس معاملہ میں بعض سوالات بھی کرتا ہے جن کا جواب فطری طور پر وہی ہوتا ہے جو اس کی ماں باپ کے عمل و اقدار کے مطابق ہوتا ہے۔ لہٰذا بچہ علی العموم اسی سانچے میں ڈھلتا ہے جو اس کے والدین کا بنا ہوا ہوتا ہے۔

ٹیلی ویژن کا اثر:

مغربی ملکوں میں عام طور پر اور مشرقی ملکوں کے شہروں میں جہاں ٹیلی ویژن کا رواج ہے چھوٹے بچوں کے ذہنوں کی تشکیل میں ٹیلی ویژن زیادہ اثر انداز ہوتا ہے اور وہ اپنی پر کشش فلموں اور پروگراموں کے باعث ایک طرف تو بچوں کو

اپنے سے بہت وابستہ کر لیتا ہے اور دوسری طرف ان کے اخلاق و اقدار میں زبردست زلزلہ پیدا کر دیتا ہے وہ تخریب کا عمل زیادہ کرتا ہے' تعمیر کا عمل محدود اور غیروں کے مصالح کے مطابق کرتا ہے کیونکہ ٹیلی ویژن کو اس کے مالکان یا تو اپنے ذریعہ معاش کے طور پر اور حکومتیں اپنے سیاسی اغراض کے مطابق رخ دیتی ہیں اور مشاہدین کو اس کی طرف مائل رکھنے کے لئے لطف و لذت کے مناظر پیش کرتی ہیں' قطع نظر اس کے کہ ان سے تعمیر میں کیا مدد مل سکتی ہے۔

لیکن جن گھروں میں تمدن کا یہ سامان نہیں پہنچتا ہے یا اس کے اثرات ابھی محدود ہیں وہاں بچوں کی تربیت ان کے ماں باپ کے ہی کل اختیار میں ہوتی ہے اور ان ہی کا اثر پڑتا ہے اور وہ عموماً ساری زندگی باقی رہتا ہے یہ پہلا رنگ ہوتا ہے' جس پر دوسرا رنگ مشکل سے ہی چڑھ پاتا ہے اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے:

''اور اس کے والدین اس کو عیسائی بنا لیتے ہیں اور یہودی بنا لیتے ہیں اور مجوسی بنا لیتے ہیں۔''

چھ سال بعد کی عمر اور مدرسہ کی ابتداء:

چھ سال کی عمر سے بچے کی دنیا گھر کے ساتھ ساتھ مدرسہ تک وسیع ہو جاتی ہے اس کا حلقہ صرف اپنے گھر کی چار دیواری نہیں رہ جاتی اور صرف اس کے والدین اس کے سامنے نہیں ہوتے بلکہ گھر سے مدرسہ تک کی زندگی میں ملنے والے افراد سے اس کا ربط قائم ہوتا ہے اور مدرسہ میں جو اس کو بتایا جاتا ہے اور پڑھایا جاتا ہے اس کے اثرات گھر کے اثرات کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں۔ بچے کے سوالات و استفسارات کا دائرہ بھی پھیل جاتا ہے اور والدین کی طرح اساتذہ کو بھی بچہ کے ذہن کی تشکیل میں کردار ادا کرنے کا موقع ملنے لگتا ہے۔

تعلیم کا طریقہ اور موضوعات:

بچے کو جو موضوعات پڑھائے جاتے ہیں ان سے بچے کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے اور ان سے نئے افق پیدا ہوتے ہیں اور بچہ کو غور کرنے اور سمجھنے اور اپنی محدود فہم کے مطابق ان کو ماننے کا موقع ملتا ہے اس مرحلہ میں تعلیم و تربیت کے نئے موضوعات کے انتخاب اور اس کے ذہن میں اتارنے کے اسلوب کے اختیار کرنے میں حکمت کو اختیار کرنا ضروری ہے۔

زمانہ مراہقت:

۱۲ سال کے بعد سے بچے کی عمر مزید اہمیت اختیار کر لیتی ہے یہ اس کی مراہقت کا زمانہ ہوتا ہے' اس میں بچہ اپنی عقل اور اپنی ذات کا احساس بہت کرنے لگتا ہے اور تمام مشاہدات' معلومات و تجربات کو انہیں دو کے آئینہ میں دیکھتا ہے وہ اپنی عقل پر بہت زیادہ اعتماد کرتا ہے اور اس کی روشنی میں اپنے بڑوں کے مشوروں کو دیکھتا ہے' اس کی عقل سے جو کہ عموماً اس کے فطری جذبات سے متاثر ہوتی ہے بڑوں کے مشورے جو مطابقت رکھتے ہیں وہ تو اس کو قبول ہوتے ہیں اور جو اس سے مطابقت نہیں رکھتے' وہ اس کے لئے قابل قبول نہیں ہوتے' لیکن وہ ان مشوروں کو قبول یا مسترد اپنے حالات و پابندیوں کے مطابق ہی کرتا ہے اس مرحلہ میں اس کے بڑے اور مربیوں کی فہم و حکمت کی ذمہ داری ہوتی ہے' بے حکمتی سے بعض وقت بہت سنگین یا الٹے نتائج پیدا ہوتے ہیں اس عمر میں والدین خاندان کے بڑے مدرسہ کے ذمہ دار اور وسیع ماحول کے دیگر اہل لوگوں کو اثر ڈالنے کے لئے حکمت و محبت اختیار کرنے کی بہت ضرورت ہے۔

مراہقت کی عمر کی اہمیت:

مراہقت کی عمر کی منزل سے جو بچے محفوظ گزر جاتے ہیں وہ عموماً پھر محفوظ رہتے ہیں لیکن اس عمر کے درمیان کی مدت کسی بھی رخ کی طرف بچہ کو موڑ سکتی ہے بعض وقت بچہ اپنے گھر سے اور اپنی ابتدائی تربیت کے اثر سے بہت اچھے حال میں مراہقت کی عمر میں داخل ہوتا ہے لیکن اس کے درمیان وہ کسی سبب یا اسباب کے اثر سے بالکل غلط رخ کی طرف مڑ جاتا ہے اور بعض وقت اس کے برعکس پیش آتا ہے اور وہ یہ کہ بچہ خراب تربیت و حالات کے ساتھ مراہقت کی منزل میں داخل ہوتا ہے لیکن اس کی تربیت و ماحول اس پر اچھا اثر ڈالتا ہے اور وہ اچھے رخ کی طرف مڑ جاتا ہے۔

مراہقت کی عمر کو غیر مفید طریقہ سے گزارنے والے متعدد بچے اس عمر سے نکلنے کے بعد اپنے اضاعت وقت کو محسوس کرتے ہیں اور اعتراف کرتے ہوئے دیکھے گئے ہیں کہ انہوں نے وقت پر بات کو نہیں سمجھا اور کئی سال ضائع کر دیئے جن میں وہ اپنی ترقی کے لئے بہت کچھ کر سکتے تھے۔

خاندانی تربیت:

خاندانی نظام تربیت میں لڑکے کی جو تربیت کر دی جاتی ہے اس کے اثرات اخیر عمر تک باقی رہتے ہیں وہ نسبتاً زیادہ پختہ اور راسخ ہوتے ہیں' اس لئے ماں باپ کی بڑی ذمہ داری ہوتی ہے کہ لڑکے اخلاق و رجحانات کی صحیح تشکیل کی طرف توجہ دیں کیونکہ خاندان کے اندر بڑوں کی طرف سے بے توجہی ایسی کمزوریاں اور خرابیاں پیدا کرتی ہے

جن کی اصلاح بعد میں بڑی کوششوں سے بھی پوری طرح نہیں ہو پاتی۔

بچہ کی صلاحیت استفادہ:

خاندان کے اندر تربیت کا کام زیادہ دشوار بھی نہیں ہوتا' کیونکہ لڑکا عمر کی ایسی منزلوں میں ہوتا ہے کہ وہ اپنے مشاہدات اور سادہ قسم کے تجربات پر ہی تکیہ کرتا ہے اور ان سے پیدا ہونے والے اثرات بتمامہ جذب کرتا رہتا ہے تو اگر گھر کا ماحول اچھا ہو' ماں باپ محتاط اور کسی نہ کسی حد تک مثالی زندگی گزارتے ہوں تو تنہا یہی بات لڑکے کے لئے تربیت کا ایک بڑا ذریعہ بن جاتی ہے' لڑکا اپنی ماں اور اپنے باپ کو دنیا کا سب سے بڑا اور مکمل اعلیٰ خصوصیات کا حامل سمجھتا ہے اس لئے اس کے لئے وہی نمونہ اور آئیڈیل ہوتے ہیں' لڑکے کے ان مذکورہ بالا احساسات و تاثرات کے راستے سے اس کو جو باتیں بتائی جاتی ہیں اور جو رہنمائی کی جاتی ہے وہ پوری طرح موثر اور خشک زمین میں موسم کی پہلی بارش کی مانند ثابت ہوتی ہے۔

خدا سے تعلق:

انسانی تربیت کے لئے دو باتیں بہت اہم ہیں ایک خوف اور طاعت رب اور دوسرے تعلق و لحاظ والدین' قرآن مجید میں جگہ جگہ اخلاقی و دینی اصلاح کے لئے شرک کی ممانعت کے ساتھ والدین سے حسن سلوک کا ذکر آیا ہے۔

اور انسانی زندگی میں اگر جائزہ لیا جائے تو یہی دو دو مرکز معلوم ہوں گے' جن کے اثر و مدد سے آج انسانی زندگی باقی ہے۔

خدا نے پیدا کیا اور پھر زندہ رہنے کی ضروری اسباب مہیا فرمائے۔ یہ کھانا' یہ پانی' یہ حفاظت اور سردی و گرمی سے بچنے کے سب سامان خدا کے پیدا کئے ہوئے اور خدا کی طرف سے مہیا کئے ہوئے ہیں۔ اگر خدا مٹی نہ پیدا کرتا اور پانی مہیا نہ فرمایا' تو تخلیق آدم کے ساتھ ساتھ اولاد آدم کی بقا کے لئے غذا کس طرح مہیا ہوتی؟ پھر خدا نے انسان کی ضرورت اور حفاظت کے تمام ضروری سامان اس زمین میں رکھے ورنہ چاند' مریخ اور اس طرح کے دوسرے کروں میں یہ کوئی چیز نہیں پائی جاتی' وہاں بفرض محال کوئی مخلوق اتار دی جائے تو اس کی تھوڑی بقا بھی مشکل ہے' کیونکہ وہاں نہ ہوا ہے' نہ پانی' نہ قابل استفادہ زمین' لیکن ہماری زمین پر نہ صرف یہ کہ ہوا اور پانی موجود ہیں بلکہ ان کی مقدار انسان کی ضرورتوں کے عین مطابق بلکہ کچھ زائد ہی ہے تاکہ دشواری نہ ہو۔

پھر صحت اور خطرات سے بچنے کے مسائل ہیں ایک مومن تو بہر حال اس پر یقین رکھتا ہے کہ رب العالمین کی خصوصی نصرت و مدد نہ ہو تو چند لمحات بھی صحت و زندگی کی بقا مشکل ہے تو سب سے قبل رب العالمین کا احسان ماننا اور اطاعت کرنا ضروری ہے۔ اسی لئے قرآن مجید جو کتاب ہدایت و تربیت ہے۔ سب سے پہلے اسی کی تاکید کرتا ہے کہ: ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ۔'' اور حضرت لقمان حکیم کا اپنے بیٹے سے خطاب نقل کرتا ہے کہ: ''اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا' شرک کرنا بڑا غلط کام ہے۔''

والدین سے تعلق:

شرک سے بچنے کے متصلاً بعد تاکید آتی ہے کہ: ''اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی سے پیش آؤ۔'' اور تاکید آتی ہے کہ: ''ان سے اف بھی نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو ان سے نرم اور اچھی بات کہو۔''

اور جب ماں باپ کی اطاعت رب العالمین کی اطاعت سے ٹکراری ہو تو وہاں بھی درمیانی طریقہ اختیار کرنے کی تاکید کی گئی:

ترجمہ: ''اور اگر وہ تم سے کوشش کریں کہ تم شرک کرو تو ان کی اطاعت نہ کرو لیکن ان کے ساتھ رہو دنیا میں اچھے طریقے سے۔''

گھر کے ماحول میں جو قوم کے ماحول کی بنیادی اور مختصر ترین وحدت ہوتی ہے سب سے قبل لڑکے کا دماغی اور جذباتی تعلق خدا اور ماں باپ سے جوڑنا چاہئے خدا سے اصلاً اور بنیادی اور ماں باپ سے اس کے بعد اور دیگر تعلقات دنیا کے مقابلہ میں اول اور ترجیحی۔

دونوں باتوں کے دور رس اثرات:

یہ دو قسم کا تعلق اگر لڑکے کے دماغ میں راسخ ہو جاتا ہے تو صرف یہی نہیں کہ دونوں کے احسانات کی قدر و احسان مندی ہوتی بلکہ مستقبل کی پوری زندگی میں قدم قدم پر حفاظت اور وابستگی کی ضامن ہوگی۔

اخلاقی اور دینی معاملات میں خدا کا تعلق و خوف انسانی درستگی اور اس کے لئے اصل رہنما اور محرک ہوتا ہے۔ اجتماعی و انفرادی معاملات میں ماں باپ اور ان کی غیر موجودگی میں ان کے نائبین کی رہنمائی اور روک حفاظت کرتی ہے۔

اس لئے سب سے اولین تعلق و وابستگی خدا سے اور پھر اپنے والدین سے انسان کی انفرادی اور اجتماعی دونوں قسم کے لئے ضروری ہے۔

دونوں پر زور دینے کی ضرورت:

ماں باپ کو لڑکوں کی تربیت میں ان دو بنیادوں کو پختہ کرنے کی طرف توجہ دینا چاہئے بچہ کے چھوٹے ذہن کو سامنے رکھتے ہوئے اس کو بتانا چاہئے کہ سب کو پیدا کرنے والا خدا ہے' انسان کو

اور دنیا کو بنانے والا خدا ہے اور رزق دینے والا' موت وزندگی دینے والا خدا ہے' خدا سے محبت کرنا چاہئے کیونکہ اسی نے سب کچھ دیا ہے اور اسی سے ڈرنا چاہئے کیونکہ غلطی پر وہ پکڑ کر سکتا ہے پھر اس کے ساتھ ساتھ والدین اور بڑوں کی عزت اور ان کی اطاعت کا جذبہ پیدا کرنا چاہئے۔

اچھا بننے کا شوق:

ان بنیادی باتوں کے بعد اچھا بننے کا شوق اور برا بننے سے نفرت پیدا کرنا چاہئے اور اس سلسلہ میں اچھے لوگوں کے قصے اور ان کے اچھے ہونے کی وجہ سے ان کی محبوبیت اور عزت کا تذکرہ کرنا چاہئے اور برے لوگوں کو مبغوضیت اور رسوائی کے واقعات بتانا چاہئے چونکہ انسان کی فطرت میں پسندیدہ کی نقل اور ناپسندیدہ سے گریز کا جذبہ ہوتا ہے' اس لئے یہ واقعات اس کی تربیت وتشکیل میں بہت کارآمد ہیں اس ضمن میں سچ بولنے کی خوبی اور اس کے واقعات جھوٹ سے نفرت اور جھوٹ کے نتائج بد بتانا چاہئے۔ ظلم سے نفرت بڑوں کا ادب واحترام چھوٹوں پر شفقت یہ سب وہ باتیں ہیں جو قصوں' چٹکلوں اور لطیفوں میں بتائی اور سکھائی جاسکتی ہیں اور چھوٹی عمر میں یہ باتیں اگر دل میں اتر جائیں تو ان کا نقش زندگی بھر باقی رہتا ہے۔ انبیا اور بزرگوں کے واقعات اس چھوٹی عمر میں بہت سی باتوں کی نمائندگی کر لیتے ہیں اور اچھی باتیں قصے اور واقعات کی شکل میں بڑی نفسیاتی تاثیر رکھتی ہے۔

تربیت دینے والوں کی زندگی:

ماں باپ اور گھریلو زندگی میں تربیت و رہنمائی کا مقام رکھنے والے بڑوں کے لئے یہ بھی ضرورت ہوتا ہے کہ خود ان کی عملی زندگی ان باتوں کے برعکس نہ ہو جن کی وہ تلقین کر رہے ہیں یا جن کی وہ تلقین کرنا چاہتے ہیں ورنہ بچہ باوجود محدود ذہنی صلاحیت کے اس تضاد کو محسوس کر سکتا ہے اور اس کے نتیجہ میں اس کی تربیت کی نیک تمنائیں پوری نہیں ہوسکیں گی۔

معلومات عامہ:

بچہ کچھ بڑا ہو جائے اور اس کے ذہن کی محدودیت کم ہونے لگے تو اس کو زندگی کی دیگر اچھا بنانے والی باتوں کی طرف بھی متوجہ کرنا چاہئے اور اس ضمن میں انسانی زندگی سے تعلق رکھنے والی معلومات بتانا چاہئے یہ معلومات عامہ جغرافیہ' تاریخ اور دیگر ضروری معلومات عامہ پر مشتمل ہوسکتی ہیں۔ ان معلومات سے بچہ کے لئے علمی تربیت کی راہ بھی ہموار ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی قدروں اور بلند تصورات کو پختہ کرنے میں بھی معاون ثابت ہوتی ہیں' خدا کی قدرت و عظمت پر ایمان بڑھتا اور پختہ ہوتا ہے۔

ملنے جلنے کے آداب ودیگر امور:

بچہ جب گھر کے باہر کے ماحول سے واقف اور وابستہ ہونے لگتا ہے تو اس وقت اس کو یہ بتائے جانے کی ضرورت ہے کہ دوسروں سے ملنے اور معاملہ کرنے کے کیا آداب ہوتے ہیں۔ عزیزوں' پڑوسیوں' مہمانوں' دوستوں' بڑوں' چھوٹوں غرضیکہ اجتماعی زندگی میں آنے والے مختلف اقسام کے معاملہ میں آدمی کو کیا طریقہ وآداب اختیار کرنا چاہئے۔ یہ سب بتانا گھر کے اندر کی تربیت کا ضروری فرض ہے۔

اس مرحلہ میں زبان و ثقافت عامہ کی ضروری باتیں بھی بتانا چاہئے لیکن ان تمام امور میں بچے کے محدود ذہن اور اس کے عقائد وتصورات سے مناسبت رکھنے کا لحاظ ضروری ہے۔

لڑکا جب مدرسہ جانے کے قابل ہو جائے اور اس کے سیکھنے اور تربیت پانے کے ذرائع گھر سے وسیع ہو کر عام معاشرہ تک وسیع ہو جائیں تو بھی گھر کی تربیتی ذمہ داری ختم نہیں ہوتی بلکہ وہ باہر کے ذرائع کے ساتھ ساتھ قائم رہتی ہے۔ گھر کا کام اس مرحلہ میں بھی برابر نگرانی اور خیال رکھنے کا رہتا ہے۔

قرآن وحدیث سے وابستگی:

قرآن مجید جو انسانی تربیت کی سب سے وسیع اور جامع کتاب ہے اور حدیث شریف جو قرآن مجید ہی کی تشریح وتوسیع ہے مستقل تربیت گاہ کی حیثیت رکھتی ہیں' اس لئے گھر کا ماحول ہو یا مدرسہ کا یا معاشرہ کے کسی دیگر تربیتی وسیلہ کا' لڑکے اور بڑوں دونوں کے لئے یہ بہت مفید اور ضروری ہے کہ اس کا ربط اس وسیع اور جامع ذریعہ تربیت سے قائم کر دیا جائے۔ اس کی تلاوت اور اس کو سمجھنے اور اثر لینے کی صلاحیت پیدا کر دی جائے تو زندگی بھر خود بخود تربیت حاصل کرنے کا سلسلہ قائم ہو جاتا ہے اور یہ بھی گھر کی تربیت کی بنیادی ذمہ داری ہے اس کی اساس بھی وہیں قائم کی جانا چاہئے۔

اعتذار

ہفت روزہ "ختم نبوت" شمارہ:۲۱
صفحہ: ۲۴ پر "محمد رسول اللہ ﷺ بحیثیت قانون ساز" یہ مضمون سہواً شامل اشاعت ہوا' جس میں بہت ساری چیزیں قابل اعتراض تھیں۔
ادارہ اس پر انتہائی معذرت خواہ ہے۔

(ادارہ ختم نبوت)

خالی نہ تری یاد سے گزرے کوئی لمحہ

نعیم صدیقی

اک ذرۂ نور نگہ بندہ نوازی
اے حسن مری روح خزاں دیدہ میں بودے

خالی نہ تری یاد سے گزرے کوئی لمحہ
ایسا کوئی کانٹا مرے پہلو میں چبھودے

گرداں کے حلقے میں ہوں مدت سے گرفتار
لگتا جو نہیں پار تو کشتی کو ڈبو دے

لمعانیاں کچھ اپنی تجلی کی الٰہی!
پلکوں پہ چمکتے ہوئے اشکوں میں سمودے

بکھری ہوئی قاشیں مرے صد پارہ جگر کی
تار نظر لطف و مروت میں پرو دے

جب تیرے تغافل کی اذیت کا ہو گھیرا
یہ صبر کا خوگر دل خود دار بھی رو دے:

میں طول شب ہجر میں محصور ہوں جب تک
جذبے مرے بے مایہ ہیں افکار بھی ”بودے“!

وہ نوش ہو یا نیش! وہ امرت ہو کہ زہر اب
سب اس کی عطائیں ہیں جسے چاہے وہ جو دے

کیا آپ نے کبھی غور کیا؟

قادیانی

ہمارے نوجوانوں کو ورغلا کر مُرتد بنا رہے ہیں
اس مقصد کے لئے وہ کروڑوں روپے پانی کی طرح بہا رہے ہیں

جب آپ حق پر ہیں تو ...

آپ نے ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کے لئے کیا انتظام کیا؟ کیا یہ آپ کی ذمہ داری نہیں کہ قادیانیوں کی خطرناک سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں؟
اگر ہے تو آج ہی ملّتِ اسلامیہ کے بین الاقوامی ہفت روزہ

خوبصورت ٹائیٹل
کمپیوٹر کتابت
عمدہ طباعت

ہر جمعہ کو پابندی سے شائع ہوتا ہے

ہفت روزہ
ختمِ نبوّۃ
عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کا ترجمان

کا مطالعہ کیجئے

ختمِ نبوّۃ

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت پاکستان کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے اور مجلس کے پیغام کو دُنیا کے کونے کونے میں پہنچاتا ہے جس میں سیرت رسول اکرم ﷺ، سیرت صحابہؓ، دینی و اصلاحی مضامین شائع کئے جاتے ہیں

اَلحمدُلِلّٰہ

یہ ہفت روزہ امریکہ، برطانیہ، اسپین ماریشس، جنوبی افریقہ، نائیجیریا، سعودی عرب، قطر، بنگلہ دیش آسٹریلیا اور دنیا کے کئی دیگر ملکوں میں جاتا ہے۔

تعاون کا ہاتھ بڑھائیے

خریدار بنیئے — بنائیے
اشتہارات دیجئے
مالی امداد فراہم کیجئے

انشاء اللہ اس میں دُنیا و آخرت کا فائدہ ہے